www.islahunnisa.com
islahunnisa@gmail.com

خط وکتابت
دفتر ماہنامہ بنات اہلسنت

بالمقابل جامعہ حقانیہ نزد پیکجز فیکٹری قینچی امرسدھو لاہور
042
36185019

ایک نظر میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"قل یٰعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا."

ترجمہ: فرمادیجئے اے میرے بندوں جنھوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر وہ مایوس نہ ہوں اللہ کی رحمت سے یقین جانو اللہ سارے گناہ معاف کردے گا۔

تشریح: اس آیت میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ساری زندگی گناہوں میں گزری ساری زندگی اللہ کی نافرمانی کی ساری زندگی آپ ﷺ کی سنتوں کو چھوڑا ساری زندگی نماز نہیں پڑھی روزہ نہیں رکھا زکوۃ نہیں دی۔ اللہ اعلان فرمارہے ہیں کہ وہ بندہ بھی مایوس نہ ہو کہ اللہ معاف کرے یا نہیں کرے گا؟ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میں گناہوں کو معاف کردوں گا اللہ تو انسان کو بخشنے کیلیے بہانے تلاش کرتا ہے کہ میرا بندہ ایک نیکی کرے اور میں اس کی اس نیکی کی وجہ کل قیامت کے دن بخش دو۔

ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ بہت نیک خاتون تھی اسی عورت نے مسلمانوں کے لیے نہر کھودی تھی۔ آج تک نہر موجود ہے ایک دن زبیدہ اپنے سہیلیوں کے ساتھ پارک میں تھیں۔ تو اذان کی آواز آئی تو کسی نے دوپٹہ سر پر نہ لیا لیکن زبیدہ نے دوپٹہ سر پر رکھ لیا۔ جب وہ فوت ہوئیں کسی کو خواب میں ملی پوچھا زبیدہ کیا معاملہ ہوا؟ فرمانے لگی اللہ نے بخش دیا۔ اللہ نے فرمایا کہ ایک نیکی تیرے نامہ اعمال میں ایسی ہے جو مجھے پسند ہے وہ یہ ہے کہ تو نے ایک میرے نام کی وجہ سے دوپٹہ لیا تھا مجھے یہ نیکی اتنی پسند آئی اس لیے میں نے تجھے بخش دیا۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''لا تصاحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامک الا تقی''

ترجمہ: مسلمان کسی سے مصاحبت اور ہم نشینی نہ رکھ اور تیرا کھانا غیر متقی نہ کھائے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے دو آداب ارشاد فرمائیں ہیں: (ا) کہ ہم نشینی اور نشست و برخاست غیر مسلم کے ساتھ نہ رکھ۔ اگر اس سے مراد کامل مسلمان مراد ہے تب تو مطلب یہ ہے کہ فاسق فاجر لوگوں کی ساتھ مجالست اختیار نہ کر۔ دوسرے جملے میں چونکہ متقی کا ذکر ہے اس سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے اور اگر اس سے مطلقاً مسلمان مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ بے ضرورت مجالست اختیار نہ کی جائے اور ہر صورت میں اچھی صحبت اختیار کرنے پر تنبیہ مقصود ہے۔

موجودہ دور میں دن بدن ہماری نسل کا دین سے دور ہونے کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ وہ علماء اور صلحاء جیسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کے بجائے جاہلوں اور غافلوں کی صحبت اختیار کر بیٹھے۔ آج بھی اگر ہم اپنے آپ کو راہ راست پر لانا چاہتے ہیں تو اس کا ایک ہی حل ہے کہ ہم علماء اور اتقیاء کی مجلسوں میں بکثرت بیٹھنا شروع کریں اور ان سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کر کے اللہ سے دوستی لگائیں کیونکہ اللہ ملتا ہے اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے اور اسی طرح بزرگان دین کی اصلاحی کتب کا خوب مطالعہ کریں اور یاد رکھئے جب کسی کتاب یا رسالے کا مطالعہ کرنا ہو تو اس کے بارے میں اپنے کسی معتبر عالم سے تحقیق کر کے پھر پڑھا جائے کیونکہ فتنوں کا دور ہے اہل باطل اپنا کذب قلم و زبان کے ذریعے سے خوب پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں لہذا کسی بھی کتاب کا مطالعہ کرنے سے قبل اس کی تحقیق کر کے پڑھو تا کہ عقائد و نظریات میں خرابی نہ ہو۔

اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اسلامی سال کی ابتداء ہورہی ہے، محرم الحرام کا مقدس اور محترم مہینہ ایک بار پھر ہماری زندگیوں میں آرہاہے۔ اس ماہ سے ہماری کئی داستانیں وابستہ ہیں۔ یکم محرام الحرام کو خلیفہ دوم خلیفہ راشد سیدنا عمر بن الخطاب ♦ کو ابولوئ لوئ فیروز نے مصلیٰ نبوی پر دورانِ نماز شہید کرڈالا۔ یہ امت کے لیے بہت بڑا سانحہ تھا۔ حضرت عمر ♦ کی اسلام اور اہل اسلام کے لیے بے پناہ قربانیاں آج تک بلکہ قیامت تک یادرکھی جاتی ہیں اور رکھی جاتی رہیں گی۔ آپ ♦ نے اپنے زمانۂ خلافت میں امن وسلامتی کی وہ داستان رقم کی جسے آج کا مؤرخ بطور نمونہ اور مثال کے پیش کرتاہے۔ دینی معاملات اور احکام الٰہی کی تنفیذ میں اتنے نڈر اور بے خوف تھے کہ آپ کے سامنے کوئی بھی ناجائز بات کہنے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ آپ ♦ محبت رسول ﷺ میں فنا تھے۔ زبان نبوت سے نکلے ہوئے آبگینے آپ کی شخصیت کو مزید روشن کردیتے ہیں۔ **لو کان بعدی نبی لکان عمر** آپ ﷺ کا ارشادگرامی کہ اگر میرے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا آپ ♦ میں اوصافِ نبوت جلوہ گر تھے لیکن چونکہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اس لیے آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تسلیم کیا جاسکتا۔ اس کے بعد محرم کے مبارک ایام میں جس شخصیت کا ذکرخیر کثرت سے کیا جاتا ہے وہ خانوادۂ نبوت کا روشن چراغ حضرت حسین ♦ ہیں۔ اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ حضرت حسین ♦ نے اسلام کی خاطر اپنے سارے خاندان کی میدان کرب وبلا میں فقید المثال قربانی پیش کی۔ لیکن یارلوگوں نے اس کو اس طریقے پر بیان کیا ہے حقیقت مغلوب اور افسانہ نگاری غالب آنے لگی اور رطب ویابس روایات کو توڑ موڑ کر اپنے مطلب کی بلکہ اپنے اختراع کردہ دین کو ثابت کرنے کی کوشش بھی کی۔ یہ عجیب تماشہ ہے کہ حضرت حسین ♦ کی

تعلیم سے روگردانی کر کے ہائے حسین ہائے حسین کا ڈھنڈورا پیٹا جائے صرف یہ باور کرانے کے لیے کہ ہم ہی حسین کے ماننے والے ہیں۔تعصب سے ماوراء ہوکر اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے اور زمینی حقائق کو نظر انداز بلکہ جھٹلایا نہ جائے تو کون سی حسینی ادا ہے جو ان لوگوں نے اپنا رکھی ہے۔مثلاً حضرت حسین ◆ کا کلمہ **لاالہ الاالله محمدرسول الله** ہے نہ تو اضافے کی گنجائش اور نہ ہی کمی کی۔

حسینی وضو، حسینی اذان، حسینی نماز، حسینی عقائد ونظریات، حسینی توحید، حسینی عقیدۂ رسالت حسینی عقیدۂ حقانیت کتاب اللہ۔الغرض! کون سی ایسی چیز ہے جس میں یہ لوگ حسینیت کا دم بھرتے ہیں اور علی الرغم محبینِ حسین ◆ بھی یہی ہیں۔فیاللعجب!!! بلکہ حسینیت کو کامل طور پر اہل السنۃ والجماعۃ نے اپنایا ہے۔عقیدۂ توحید سے لے کر شہادت تک، حفظِ قرآن سے لے کر صبر وشکر کی منازل تک۔ہر موڑ پر حسینی کردار کو اہل السنۃ والجماعۃ نے زندہ کیا ہے۔حضرت حسین ◆ صابرو شاکر تھے اس لیے اہل اسلام اور اہل ایمان نوحہ اور ماتم والے مذہب سے دستبردار ہیں۔حضرت حسین ◆ حافظ قرآن تھے اس لیے اہل السنۃ والجماعۃ کے کروڑہا مردوزن حفظِ قرآن کو اپنی دنیوی اور اُخروی سعادت جانتے ہیں۔حضرت حسین ◆ حضرات شیخین کریمین، حضرت عثمان غنی ◆ اور دیگر تمام صحابہ کرام ❁ کو مومن جانتے تھے۔بلکہ خلفاء ثلاثہ کو اپنا مقتدا اور پیشوا تسلیم کرتے تھے۔اہل السنۃ بھی تمام صحابہ کرام ❁ کو عادل مانتے ہیں اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو حضرت علی ◆ کی خلافت راشدہ سے سابق مانتے ہیں۔حضرت حسین ◆ مشکل وقت میں جوانمردی سے، تحمل سے، بردباری سے کام لیتے تھے۔اس لیے اہل السنۃ حسینیت کو زندہ رکھتے ہوئے ”تقیہ“ جیسی لعنت کو ہرگز اپنا دین ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔محرم میں امن وامان کی ہر پیش کش ہمیں منظور ہے لیکن اگر اہل السنۃ کے افراد کا گلا دبایا جاتا رہا اور فریقِ مخالف کو کھلی چھٹی دی جاتی رہی کہ وہ صحابہ کرام ❁ کو جو دل میں آئے کہتے پھریں...... یہ بات انتظامی حوالے سے اہل السنۃ کبھی بھی قبول کرنے کے حق میں نہیں۔حضرت حسین ◆ والی تعلیم کو عام کیا جائے جس میں صدق و

صفا، اتحاد، اتفاق، امن وآشتی، پیار، محبت ومودت، حسنِ اخلاق کا درس ہے۔ ہم فرقہ واریت، وطن دشمنی، تفرقہ بازی، لعن طعن اور تشدد پر قطعاً یقین نہیں رکھتے اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ ہمارے ایمان کے مراکز حضرات صحابہ ؓ پر ہرایراغیرا جس طرح چاہے زبان درازی کرتا پھرے!!!

ہاں! مجھے خوشی ہوگی کہ حضرت حسین ؓ کا مقام ومرتبہ بتلایا جائے آپ ؓ کے عالی اخلاقِ کریمانہ کا ذکر خیر کیا جائے۔ آپ ؓ کی عظمت، سطوت اور شان وشوکت، ثابت قدمی بیان کی جائے۔ یہاں میں ایک اور بات کا ذکر بھی کرتا جاؤں۔ آج کے میڈیائی دور میں جہاں سرورِ کائنات ﷺ کے خاکے بنائے جارہے ہیں نعوذ باللہ وہاں آپ کی اولاد اور اہل بیت کے خاکے بھی تیار کیے جارہے ہیں۔ حضرت حسین ؓ کی شبیہ بنا کر عوام الناس کے قلوب واذہان میں یہ اثر ڈالا جارہا ہے کہ خاندانِ نبوت کے افراد ایسے تھے۔ کربلا کا میدان، گھوڑا، دُلدُل ذوالجناح اور بھی کئی خلاف حقیقت چیزیں پوسٹروں پر شائع کی جارہی ہیں اور ایک سوچے سمجھے منصوبے کے پیش نظر عوام الناس کو ان جعلی اور نقلی تصاویر سے مانوس کیا جارہا ہے۔ بعض عقیدت مندوں نے تو وہ تصاویر لاکر اپنے گھروں، دفتروں اور دکانوں میں سجا رکھی ہیں۔ میری تمام اہل اسلام سے گزارش ہے کہ ایسی شبیہیں جو آج کل بنائی جارہی ہیں یہ ہرگز ہرگز حضرت حسین ؓ اور خاندان حسین ؓ کی نہیں ہیں۔ لہذا عقیدت میں آکر اِن کو اپنے گھروں، دفاتر اور دکانوں میں ہرگز نہ لگائیں بلکہ اگر پہلے سے لگی ہوئی ہوں تو اُن کو بھی اتار دیجئے۔

المختصر! حضرت حسین ؓ کی کمال شجاعت ودلیری کا خلاصہ یہی ہے کہ حق کی خاطر جیو اور حق کی خاطر اگر جان قربان کرنا پڑے تو اس سے دریغ نہ کرو۔ اسلام پر ثابت قدم رہو اور غلبۂ اسلام کی خاطر ہروقت مستعد رہو۔ کیونکہ وہ دیکھو کربلا کا میدان اور حضرت حسین ؓ عجیب منظر ہے:

وہ جبر و قہر کی تپتی فضاؤں میں سجدے
برستے تیروں کی مہلک ہواؤں میں سجدے
کیے حسین ؓ نے نیزوں کی چھاؤں میں سجدے
پیام کرب و بلا، لا الـــه الا الـلـــه
حسینیت کی صدا، لا الـــه الا الـلـــه

میری آنکھوں کے سامنے وہ منظر گھوم رہا ہے جب رسالت مآب ﷺ کو اطلاع دی گئی کہ یا رسول اللہ فلاں عورت کو قید کر لیا گیا ہے جنگ کے وجہ سے اس کے سر سے دوپٹہ اتر چکا ہے، شفیق و کریم آقا ﷺ نے اپنی چادر مبارک اتار کر صحابہ ؓ کو حکم دیا کہ ''جاؤ! اور جا کر اس کے سر پر میری چادر اوڑھا دو۔'' کسی نے کہہ دیا کہ ''یا رسول اللہ ﷺ! وہ فلاں کافر کی بیٹی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یاد رکھو! بیٹی؛ بیٹی ہوتی ہے خواہ کافر کی بھی کیوں نہ ہو......''

جس پیغمبر ﷺ کا خلق اور احسان کا یہ عالم ہو، جو دشمنوں کو بھی اپنے دامن رحمت تلے پناہ دیتا ہو۔ آج اس پر یاوہ گوئیاں کی جا رہی ہیں، ان کی شان میں گستاخی کی جا رہی ہے۔ کہیں ان کے خاکے بنائے جا رہے ہیں تو کہیں انکی عظمت کو دھندلانے کے لیے ایسے ایسے جملے تحریر کیے جا رہے ہیں کہ...... الامان والحفیظ۔

آپ ﷺ کی شان اقدس میں کئی نا ہنجار گستاخوں نے اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنایا۔ انہی میں سے ایک ضلع ننکانہ کے ایک گاؤں ''اٹاں والی'' میں رہائش پذیر مسیحی خاتون بھی ہے۔ محمد ادریس نامی شخص کی زمین پر کام کرنے والی عورتوں بی بی عاصمہ اور بی بی عافیہ کے سامنے اس مسیحی گستاخ خاتون آسیہ نے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ، آپ ﷺ کی زوجہ مبارکہ حضرت خدیجہ ؓ اور قرآن کریم کی سخت بے ادبی اور گستاخی کی۔ بعد ازاں اہل علاقہ کے مسلمانوں نے مل کر اس کے خلاف مقدمہ درج کرا دیا۔ تحقیقات کے بعد مجرمہ آسیہ کو توہین رسالت کے قانون دفعہ 295-C کے تحت سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا۔ عین اسی وقت سیاست کی جادوئی چھڑی حرکت میں آئی اور گورنر آف پنجاب جناب سلمان تاثیر نے جا کر مجرمہ سے جیل میں ملاقات کی

……ملاقات کے بعد مجرمہ کو تسلی دی اور کہا کہ ''میں جناب صدر صاحب کے پاس آپ کے بارے میں رحم کی درخواست لے کر جاؤں گا۔'' اور گورنر آف پنجاب کا بیان جو اخبارات کی زینت بنا رہا وہ یہ تھا کہ ''توہین رسالت کی سزا قائداعظم اور ذوالفقار علی بھٹو کے قانون میں نہیں تھی بلکہ یہ جنرل ضیاء کے کالے قانون میں مندرج کی گئی۔''

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے جس کو بنایا ہی اس لیے گیا تھا کہ: پاکستان کا مطلب کیا؛ لا الہ الا اللہ۔ اس کے ایک صوبے کا گورنر اسلامی تعلیمات سے اس قدر غافل اور جاہل ہے کہ اسے یہ بھی نہیں پتا کہ توہین رسالت کی سزا، سزائے موت ضیاء الحق کی تراشیدہ نہیں بلکہ یہ شریعت محمدیہ ﷺ کا فیصلہ ہے۔ جنرل صاحب نے تو محض اس کو آئین پاکستان میں شامل کرنے پر زور دیا تھا اور ان کا یہ فیصلہ بالکل مبنی بر انصاف وعدل تھا۔ تو کیا اب یہی کہا جائے گا کہ یہ جنرل ضیاء کا کالا قانون ہے۔

تادم تحریر میں سوچ رہا ہوں کہ جب شاخوں پر الوؤں کا بسیرا ہے تو انجامِ گلستان کیا ہو گا؟ جب حکومت کی بڑی پوسٹوں پر ایسے لاعلم افراد مسلط ہوں گے تو ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کا کیا بنے گا!!!

ادھر دوسری طرف پوپ بینیڈکٹ نے کہا ہے کہ آسیہ کے جرم توہین رسالت کے باوجود سزائے موت کے فیصلے پر نظر ثانی کی جائے۔ عیسائیوں کے اس پوپ کو اسلامی قوانین پر تبصرہ نگاری اور رائے زنی کا کیا حق پہنچتا ہے؟؟؟ ہاں! اگر وہ اس کو ظلم سمجھتے ہیں تو کیا اس طرح کے مظالم بلکہ اس سے بھی بڑھ کر خود پوپ کے ملک میں مسلمانوں پر روا نہیں رکھے جا رہے خصوصاً دختر قوم محترمہ عافیہ صدیقی پر ہونے والے مظالم کی داستاں پوپ صاحب کی آنکھوں سے مخفی ہے؟؟ یہ بات اگر عیسائیوں کے پیشواوں کو نظر آتی ہے کہ ان کے مذہب پر چلنے والے خواہ غریب ہوں یا امیر ان کے حق میں وہ کھل کر بات کرتے ہیں تو ہمارے مسلم حکمرانوں کو آخر اس بات کے سمجھنے میں کیا دشواری لاحق ہے اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات ان تمام لوگوں کی

شخصیت پر سوالیہ نشان ہے کہ جو اپنے وطن کے باسیوں خصوصا مسلمانوں پر ظلم تو دیکھتے ہیں لیکن اس کو روکنے کی فکر تک نہیں کرتے۔

افسوس صد افسوس ! ان لوگوں پر جو صاحب اقتدار ہونے کے باوجود بھی عافیہ کیلیے ''کچھ'' نہ کر سکے۔ آج انہی کی ساری ہمدردیاں شاتمہ رسول اور گستاخہ رسالت مآب ♏ آسیہ کے لیے وقف ہیں۔ حاصل تمنائی کہتے ہیں کہ

شور برپا ہے اک کافرہ کے لیے
لب کو جنبش نہیں مسلمہ کے لیے
کتنے بے حس تھے وہ عافیہ کے لیے
جو تڑپتے ہیں اب آسیہ کے لیے

ہماری صدر پاکستان جناب آصف علی زرداری، وزیر اعظم جناب یوسف رضا گیلانی اور تمام ارباب اقتدار سے گزارش ہے کہ ہماری عفت مآب بہن ''عافیہ'' کو دشمن کے زندانوں سے نکال کر وطن واپس لائیں اور آسیہ جیسی گستاخہ رسول اور توہین رسالت کی مرتکب خاتون کو قرار واقعی سزا دیں۔ تاکہ ملک میں امن وسکون کی ہوائیں چلیں ورنہ اگر مجرم کو یونہی چھوٹ ملتی رہی اور بے گناہ یونہی مرتے رہے تو معاشرے میں اور بالخصوص پاکستان میں امن کے خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتے۔

میزبان امام اور مہمان امام

ہمارے اکابر کیسے تھے ان کی زندگی کیسی مثالی تھی ہر عمل اخلاص کا نمونہ تھا آیئے آپ کو دو وقت کے اماموں کا واقعہ سناتے ہیں: حضرت امامِ شافعی ♋ جب امام مالک ♋ کے ہاں جا کر بطور مہمان ٹھہرے تو امام مالک ♋ نے نہایت عزت واحترام سے انہیں ایک کمرے میں سلا دیا صبح کے وقت بڑی ہی شفقت سے آواز دی آپ پر خدا کی رحمت ہو نماز کا وقت ہو گیا ہے امام شافعی ♋ فورا اٹھے کیا دیکھتے ہیں کہ امام مالک ♋ ہاتھ میں پانی کا بھرا لوٹا لیے کھڑے ہیں۔

شیطان سے نافرمانی ہوئی اور حضرت آدم ◆ سے چوک ہوئی، وہ نافرمانی نہیں بھول تھی نسیان ہو گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا کہ عصٰی اٰدمُ ربَّہ آدم ◆ سے اپنے رب کا قصور ہو گیا اس آیت کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمائی فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْلَہ عَزْمًا آدم ◆ بھول گئے تھے اور گناہ کے ارادہ کا ایک ذرہ بھی ان کے دل میں نہیں تھا۔ عصی اٰدم کے معنی نسی اٰدم ہے کہ حضرت آدم ◆ نے نافرمانی نہیں کی تھی ان سے چُوک ہو گئی تھی اور بھول گئے تھے وہ اہل قلم نادان، بے ادب اور جاہل ہیں جو عصی ادم کا ترجمہ نافرمانی سے کرتے ہیں جب کہ خود اللہ تعالیٰ عصیان کی تفسیر نسیان فرما رہے ہیں اور بے عقل لوگوں کی آنکھیں کھول رہے ہیں کہ ارے بے وقوفو! خبردار عصی ادم کا کہیں لفظی ترجمہ نہ کر دینا۔ ہمارا کلام ہے ہم عصی کا ترجمہ خود نسی کر رہے ہیں تو پھر تم کون ہو کہ اس کا ترجمہ نافرمانی کرو۔ اللہ تعالیٰ عالم السرائر و البواطن ہے دل کے بھیدوں کو جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ◆ کے قلب کا حال بیان کر دیا کہ ان کا قلب بالکل مجلی، بالکل مصفی، بالکل مقدس، بالکل پاکیزہ تھا وہ بھول گئے تھے ان کے دل میں گناہ کا کوئی ارادہ نہیں تھا، انہوں نے کوئی نافرمانی نہیں کی۔ ولم نجدلہ عزما یہ نسی کی اور تاکید ہے کہ نسی کو اگر تم نہ سمجھ سکو تو اب ولم نجدلہ عزما سے سمجھ لو کہ گناہ کے ارادہ کا کوئی ذرہ کوئی اعشاریہ کوئی مادہ ہم نے ان کے دل میں نہیں پایا، جب اپنے کلام کے معنی خود اللہ تعالیٰ بیان کریں تو اس پر ایمان لانا فرض ہے۔ روح المعانی میں حضرت ابن زید سے منقول ہے کہ ان المعنی لم نجد لہ عزما علی الذنب فانہ علیہ السلام اخطاء ولم یتعمد یعنی ولم نجد لہ عزما کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کے دل میں گناہ کا کوئی ارادہ نہیں پایا کیونکہ

حضرت آدم ◆ سے چُوک ہوگئی تھی انہوں نے عمداً (جان بوجھ کر) ایسا نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اپنے بندوں کوامتحان سے بچالیا ورنہ کتنے بندے نبی ◆ کوخطا کار سمجھ کر برباد ہو جاتے۔ اب سوال یہ ہے کہ نسیان کو اللہ نے عصیان سے کیوں تعبیر کیا؟ جواب یہ ہے کہ بوجہ حضرت آدم ◆ کی علو مرتبت کے کہ بڑوں کی چوک کو بھی خطا سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ ان کی بڑائی کی علامت ہے گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم! میرے اتنے پیارے اور اتنے مقرب ہیں کہ ان کی بھول کو بھی میں عصیان سے تعبیر کرتا ہوں۔

میرے شیخ اول حضرت پھولپوری ؒ نے فرمایا کہ نسیان کو عصیان سے تعبیر فرمانے میں حضرت آدم ◆ کی تربیت مقصود تھی کیونکہ عصی آدم ربہ میں شانِ عتاب ہے اس سے حضرت آدم ◆ کے قلب پر ایسی شکستگی وندامت اور حزن وملال طاری ہوا اور آپ اس قدر روئے کہ تفسیر علی مہائمی میں ہے کہ آپ کے آنسوؤں سے چھوٹے چھوٹے چشمے پیدا ہو گئے اور دنیا میں جتنے خوشبودار پھول ہیں وہ آپ کے آنسوؤں کے انہی چشموں سے پیدا ہوئے ہیں۔

غرض اس ندامت گریہ وزاری اور حزن وغم کی راہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبدیت کے اس بلند مرتبہ پر پہنچادیا جہاں آپ کو تاج خلافت عطا ہونا تھا کیونکہ علم الٰہی میں آپ خلیفۃ اللہ فی الارض بنا کر پیدا کئے گئے تھے لیکن یہ خلافت آپ کو گریہ وزاری وندامت کی راہ سے عطا ہوئی تھی کیونکہ جو جتنا زیادہ مقرب ہوتا ہے وہ اپنی معمولی سی چُوک پر بھی اتنا نادم ہوتا ہے کہ غیر مقرب کھلی ہوئی نافرمانی پر بھی نہیں ہوتے اور اسی قرب خاص کی وجہ سے مقربین عارفین کی معمولی سی چُوک پر گرفت بھی ہو جاتی ہے پس چونکہ حضرت آدم ◆ مقرب بارگاہ تھے اور علمِ الٰہی میں خلیفۃ اللہ فی الارض تھے اس لیے آپ کے نسیان کو اللہ تعالیٰ نے عصیان سے تعبیر فرمایا اور اس تعبیر سے آپ پر جو ندامت، شکستگی اور گریہ وزاری طاری ہوئی اور ربنا ظلمنا انفسنا کے کلمات القاء ہوئے اور تربیت کی تکمیل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی دوسری شان ظاہر ہوئی اور تعبیر عصیان کو تعبیر نسیان سے بدل دیا اور آپ کے ٹوٹے ہوئے دل پر فنسی ولم نجدلہ عزما کا مرہم رکھ دیا تا کہ آپ کارِ خلافت انجام دینے کے لیے سرگرم ہو جائیں۔

دونوجوان ایک آدمی کو پکڑے سیدنا عمر ◆ کی محفل میں داخل ہوتے ہیں۔ سیدنا عمر ◆ ان سے پوچھتے ہیں: ''کیا جرم کیا ہے اس شخص نے؟''

''یا امیر المؤمنین، اس نے ہمارے باپ کو قتل کیا ہے۔''

''کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے؟'' سیدنا عمر ◆ پوچھتے ہیں۔

سیدنا عمر ◆ اس شخص سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں: ''کیا تو نے ان کے باپ کو قتل کیا ہے؟'' وہ شخص کہتا ہے: ''جی ہاں امیر المؤمنین، ان کا باپ میرے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے۔''

''کیوں قتل کیا ہے؟'' سیدنا عمر ◆ پوچھتے ہیں۔

''یا امیر المؤمنین! ان کا باپ اپنے اونٹ سمیت میرے کھیت میں داخل ہو گیا تھا، میں نے منع کیا، باز نہیں آیا تو میں نے ایک پتھر دے مارا۔ جو سیدھا اس کے سر میں لگا اور وہ موقع پر مر گیا۔''

''پھر تو قصاص دینا پڑے گا، موت ہے اس کی سزا۔'' سیدنا عمر ◆ کہتے ہیں۔

نہ فیصلہ لکھنے کی ضرورت، اور فیصلہ بھی ایسا اٹل کہ جس پر کسی بحث و مباحثے کی بھی گنجائش نہیں، نہ ہی اس شخص سے اس کے کنبے کے بارے میں کوئی سوال کیا گیا ہے، نہ ہی یہ پوچھا گیا ہے کہ تعلق کس قدر شریف خاندان سے ہے؟ نہ ہی یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ تعلق کسی معزز قبیلے سے تو نہیں؟ معاشرے میں کیا رتبہ یا مقام ہے؟

ان سب باتوں سے بھلا سیدنا عمر ◆ کو مطلب ہی کیا ہے!! کیوں کہ معاملہ اللہ کے دین کا ہو تو عمر ◆ پر کوئی اثر انداز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی اللہ کی شریعت کی تنفیذ کے معاملے پر عمر ◆ کو روک سکتا ہے۔ حتی کہ سامنے حضرت عمر ◆ کا اپنا بیٹا ہی کیوں نہ قاتل کی حیثیت سے آ

کھڑا ہو، قصاص تو اس سے بھی لیا جائے گا۔

وہ شخص کہتا ہے: ''اے امیر المؤمنین! اس کے نام پر جس کے حکم سے یہ زمین و آسمان قائم کھڑے ہیں مجھے صحراء میں واپس جانے دیجئے، میرے والد نے مرتے وقت ایک خزانہ چھوڑا تھا۔ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے جو میرے بعد اس کا تنہا وارث ہوگا اور اس کو اس کی جگہ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں صرف میں اس کے بارے میں جانتا ہوں، مجھے جانے دیجئے میں اس کو بتانے کے بعد واپس آ جاؤں گا۔''

سیدنا عمر ◆ کہتے ہیں: ''کون تیری ضمانت دے گا کہ تو صحراء میں جا کر واپس بھی آ جائے گا؟''

مجمع پر ایک خاموشی چھا جاتی ہے۔ کوئی ایک بھی تو ایسا نہیں ہے جو اس کا نام تک جانتا ہو۔ اس کے قبیلے، خیمے یا گھر کے بارے میں جاننے کا معاملہ تو بعد کی بات ہے۔ کون ضمانت دے اس کی؟ کیا یہ دس درہم کے ادھار یا زمین کے ٹکڑے یا کسی اونٹ کے سودے کی ضمانت کا معاملہ ہے؟ ادھر تو ایک گردن کی ضمانت دینے کی بات ہے جسے تلوار سے اڑا دیا جانا ہے اور کوئی ایسا بھی تو نہیں ہے جو اللہ کی شریعت کی تنفیذ کے معاملے پر عمر ◆ سے کوئی بات کرے، یا پھر اس شخص کی سفارش کیلئے ہی کھڑا ہو جائے اور کوئی ایسا ہو بھی نہیں سکتا جو سفارشی بننے کی سوچ بھی سکے۔

محفل میں موجود صحابہ رضی اللہ عنہم پر ایک خاموشی سی چھا گئی ہے، اس صورتحال سے خود حضرت عمر ◆ بھی متاثر ہیں۔ کیوں کہ اس شخص کی حالت نے سب کو ہی حیرت میں ڈال کر رکھ دیا ہے۔ کیا اس شخص کو واقعی قصاص کے طور پر قتل کر دیا جائے اور اس کے بھائی کو اس کی وراثت سے محروم کر دیا جائے؟ اس کو بھوکوں مرنے کیلئے چھوڑ دیا جائے؟ یا پھر اس کو بغیر ضمانتی کے واپس جانے دیا جائے گا؟ واپس نہ آیا تو مقتول کا خون رائیگاں جائے گا؟

خود سیدنا عمر ◆ سر جھکائے بیٹھے ہیں اس صورتحال پر کچھ دیر بعد سر اٹھا کر التجا بھری نظروں سے نوجوانوں کی طرف دیکھتے ہیں ''اللہ کی رضا کے لیے معاف کر دو اس شخص کو۔''

''نہیں امیر المؤمنین، جو ہمارے باپ کو قتل کرے اس کو چھوڑ دیں؟ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔'' نوجوان اپنا آخری فیصلہ بغیر کسی جھجک کے سنا دیتے ہیں۔

حضرت عمر ◆ ایک بار پھر مجمع کی طرف دیکھ کر بلند آواز سے پوچھتے ہیں ''اے لوگو! ہے کوئی تم میں سے جو اس کی ضمانت دے؟''

حضرت ابوذر غِفاری ◆ اپنے زہد و صدق سے بھرپور بڑھاپے کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں ''میں ضمانت دیتا ہوں اس شخص کی!''

سیدنا عمر ◆ کہتے ہیں ''ابوذر! اس نے قتل کیا ہے۔''

''چاہے قتل ہی کیوں نہ کیا ہو۔'' ابوذر ◆ اپنا اٹل فیصلہ سناتے ہیں۔

''جانتے ہو اسے؟''

''نہیں جانتا۔''

''تو پھر کس طرح ضمانت دے رہے ہو؟''

''میں نے اس کے چہرے پر مؤمنوں کی صفات دیکھی ہیں اور مجھے ایسا لگتا ہے یہ جھوٹ نہیں بول رہا، ان شاء اللہ یہ لوٹ کر واپس آجائے گا۔''

''ابوذر! دیکھ لو اگر یہ تین دن میں لوٹ کر نہ آیا تو مجھے تمہاری جدائی کا صدمہ دیکھنا پڑے گا۔''

''امیر المؤمنین، اللہ مالک ہے۔'' ابوذر ◆ اپنے فیصلے پر ڈٹے ہوئے جواب دیتے ہیں۔

سیدنا عمر ◆ سے تین دن کی مہلت پا کر وہ شخص رخصت ہو جاتا ہے، اپنے بھائی کو اس کا مال لوٹانے، کچھ ضروری تیاری کرنے، بیوی بچوں کو الوداع کہنے، اپنے بعد ان کے لئے کوئی راہ دیکھنے، اور اس کے قصاص کی ادئیگی کیلئے قتل کئے جانے کی غرض سے لوٹ کر واپس آنے کیلئے۔

اور پھر تین راتوں کے بعد، عمر ◆ بھلا کیسے اس امر کو بھلا پاتے، انہوں نے تو ایک ایک لمحہ گن کر کاٹا تھا، عصر کے وقت شہر میں الصلاۃ جامعۃ کی منادی پھر جاتی ہے، نماز کی ادائیگی کے بعد نوجوان اپنے باپ کا قصاص لینے کیلئے بے چین اور لوگوں کا مجمع اللہ کی شریعت کی تنفیذ

دیکھنے کے لئے جمع ہو چکا ہے۔

توکل وزہد کے بادشاہ حضرت ابوذر ♦ بھی تشریف لاتے ہیں اور آ کر حضرت عمر ♦ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔

''کدھر ہے وہ آدمی؟'' سیدنا عمر ♦ سوال کرتے ہیں۔

''معلوم نہیں یا امیر المؤمنین'' حضرت ابوذر ♦ مختصر جواب دیتے ہیں۔

پورا مجمع آسمان کے مغربی کنارے کی جانب دیکھتا ہے جدھر سورج ڈوبنے کے لیے معمول سے کچھ زیادہ ہی تیزی کے ساتھ جاتا دکھائی دے رہا ہے۔ محفل میں ہو کا عالم ہے، اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ آج کیا ہونے جا رہا ہے؟ یہ سچ ہے کہ حضرت ابوذر ♦ سیدنا عمر ♦ کے دل میں بستے ہیں، حضرت عمر ♦ سے ان کے جسم کا ٹکڑا مانگیں تو عمر ♦ دیر نہ کریں کاٹ کر ابوذر ♦ کے حوالے کر دیں، لیکن ادھر معاملہ شریعت کا ہے، اللہ کے احکامات کی بجا آوری کا ہے، کوئی کھیل تماشہ نہیں ہونے جا رہا، نہ ہی کسی کی حیثیت یا صلاحیت کی پیمائش ہو رہی ہے، حالات و واقعات کے مطابق نہیں اور نہ ہی زمان و مکان کو بیچ میں لایا جانا ہے۔ قاتل نہیں آتا تو ضامن کی گردن جاتی نظر آ رہی ہے۔

سیدنا ابوذر ♦ پورے اطمینان سے بیٹھے ہیں اور ان کا چہرہ اتنا ہی پرسکون ہے جتنا عام دنوں میں ہوا کرتا ہے۔ لوگ دم سادھے بیٹھے ہیں، آنے والے لمحات کا تصور کر کے ہلکے ہلکے لرز رہے ہیں۔ سورج اب سرخی کا لبادہ اتار کر پیلاہٹ میں ڈوبتا جا رہا ہے لیکن اس نوجوان کا دور دور تک کوئی پتہ نہیں۔ سب کو یقین ہو چلا ہے کہ اب قصاص میں بطور ضامن سیدنا ابوذر غفاری ♦ کا سر قلم کر دیا جائے گا۔

اچانک دور سے گرد و غبار اٹھتا نظر آتا ہے، ایک نقاب پوش شخص گھوڑے کی پشت پر تیزی سے قریب آتا جا رہا ہے۔ لوگ بے چینی سے پہلو بدلتے ہیں، اتنے میں گھڑ سوار قریب آ کر چہرے سے کپڑا اتارتا ہے۔ اللہ اکبر! یہ تو وہی نوجوان ہے! یہ تو وہی ہے جس سے قصاص لیا جانا

ہے! خود کو موت کے منہ میں ڈالنے آ گیا ہے! کس ماں کا جنا ہے یہ! وعدے کا اتنا پاسدار! اللہ اکبر! بے ساختہ حضرت عمر ♦ کے منہ سے اللہ اکبر کی صدا نکلتی ہے، ساتھ ہی مجمع بھی اللہ اکبر کا ایک بھرپور نعرہ لگاتا ہے۔ لوگوں کے چہرے جوش سے سرخ ہو رہے ہیں، کچھ کی آنکھوں میں نمی بھی ہے۔ سیدنا عمر ♦ نوجوان کے سلام کا جواب دے کر حضرت ابوذر ♦ کی طرف پلٹتے ہیں:

''ابوذر! تو نے کس بنا پر اس کی ضمانت دے دی تھی؟''

''اس نوجوان کا چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔'' اسی اطمینان سے جواب آیا

سیدنا عمر ♦ نے ایک لمحے کیلئے توقف کیا اور پھر ان دونو جوانوں سے پوچھا ''کیا کہتے ہو اب؟''

نوجوانوں نے روتے ہوئے جواب دیا ''اے امیر المؤمنین! ہم اس کی صداقت کی وجہ سے اسے معاف کرتے ہیں۔''

سیدنا عمر ♦ اللہ اکبر پکار اٹھے اور آنسوان کی ڈاڑھی کو تر کرتے نیچے گر رہے تھے......اے نوجوانو! تمہاری عفو و درگزر پر اللہ تمہیں جزائے خیر دے......اے ابوذر ♦......! اللہ تجھے اس شخص کی مصیبت میں مدد پر جزائے خیر دے......اور اے شخص......! اللہ تجھے اس وفائے عہد و صداقت پر جزائے خیر دے......اور اے امیر المؤمنین ♦......! اللہ تجھے تیرے عدل پر جزائے خیر دے......

آئینہ

پرانے وقتوں کی بات ہے ایک دیہاتی شہر گیا وہاں اس نے آئینہ دیکھا اور بہت حیران ہوا اس نے وہ آئینہ خریدا اور گھر لے آیا۔ وہ آئینے کو ہمیشہ اپنے سرہانے رکھتا ایک دن اس کی بیوی نے وہ آئینہ دیکھا تو رونے لگی......

ساس سے جا کر کہا کہ تمہارے بیٹے نے شہر جا کر دوسری شادی کر لی ہے یہ دیکھو اس کی تصویر یہ کہہ کر اس نے ساس کو آئینہ دکھایا تو ساس دیکھ کر کہنے لگی......کوئی نہیں بوڑھی ہے جلد ہی مر جائے گی۔

(مرسلہ: شبانہ کوثر، نارووال)

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ ؒ کی ذات گرامی علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں آپ کی کئی علمی کتب داد تحسین حاصل کر چکی ہیں آپ کی کتاب ''من ادب الاسلام'' بھی عرب ممالک میں بارہا چھپ چکی ہے اس کی افادیت کے پیش نظر محترم جناب ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر ؒ نے اس کا اردو ترجمہ کر دیا ہے ادارہ ان اسلامی آداب کو معاشرے میں عام کرنے کی غرض سے اس کو قسط وار شروع کر رہا ہے......ادارہ

ادب ا: جب آپ اپنے گھر میں داخل ہوں یا گھر سے باہر نکلیں تو زور سے دروازہ بند نہ کریں، اور نہ ہی اسے اس طرح چھوڑ دیں کہ وہ زور سے خود بند ہو جائے، کیونکہ یہ حرکت اس اسلام کی تعلیم کردہ نرم مزاجی کے خلاف ہے جس کی طرف آپ کی نسبت کا شرف حاصل ہے بلکہ آپ کو چاہیے کہ نہایت نرمی سے دروازہ بند کریں، شاید آپ نے ام المومنین حضرت عائشہ ؓ کی روایت سنی ہوگی جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کا قول نقل فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ان الرفق لایکون فی شیٔ الازانہ ولاینزع من شیٔ الاشانہ (صحیح مسلم)

ترجمہ: نرمی جس چیز میں بھی پائی جائے وہ اسے خوبصورت بنا دیتی ہے اور نرمی جس چیز سے نکال دی جائے وہ اسے بدصورت بنا دیتی ہے۔

ادب ۲: جب آپ اپنے گھر میں داخل ہوں یا گھر سے باہر نکلیں تو گھر میں موجود اپنے گھر والوں کو چاہے مرد ہوں یا خواتین، مسلمانوں اور اسلام والا سلام کریں یعنی ''السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته'' کہیں۔

اسلام کے سلام کو چھوڑ کر...... جو کہ اسلام کا شعار اور مسلمانوں کی پہچان ہے...... دوسری قوم کے سلام جیسے ''گڈ مارننگ'' اور ''ہیلو'' وغیرہ کو اپنانا اسلام کے سلام کو ختم کرنے کے مترادف ہے، حالانکہ یہ وہ سلام ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول وفعل سے امت کو تعلیم دی اور جو سلام آپ ﷺ نے اپنے جلیل القدر خادم حضرت انس ♦ کو سکھایا تھا۔

چنانچہ حضرت انس ♦ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''**یابنی اذا دخلت علی اھلک فسلّم یکون برکۃ علیک وعلی اھلک**'' (صحیح مسلم)

ترجمہ: ''پیارے بیٹے! جب گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو، یہ سلام تمہیں اور تمہارے گھر والوں کے لیے برکت ہوگا۔''

حضرت قتادہ ؒ جو بہت بڑے فضلا تابعین میں سے ہیں، فرماتے ہیں: **اذا دخلت بیتک فسلّم علی اھلک فھم احق من سلمت علیھم.''**

ترجمہ: جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو! کیونکہ وہ سلام کے زیادہ حق دار ہیں۔''

حضرت ابوہریرہ ♦ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اذاانتھی احدکم الی مجلس فلیسلّم......ثم اذاقام فلیسلّم فلیست الاولی باحق من الاخرۃ** '' (ترمذی)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی مجلس میں جائے تو سلام کرے اور جب مجلس سے جانے کا ارادہ کرے تو سلام کرے، کیونکہ پہلا سلام دوسرے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔''

ادب۳: جب آپ اپنے گھر میں داخل ہونے لگیں تو گھر میں موجود افراد کو داخل ہونے سے پہلے اپنے آنے سے مطلع کریں تاکہ آپ کے ایک دم داخل ہونے سے وہ گھبرا نہ جائیں یا ایسا نہ ہو کہ گویا آپ ان کی کسی کمزوری کو تلاش کر رہے ہیں۔

حضرت ابوعبیداللہ عامر بن عبداللہ بن مسعود ♦ فرماتے ہیں کہ میرے والد عبداللہ بن مسعود ♦ جب گھر میں آتے تو پہلے مانوس کرتے یعنی گھر والوں کو مانوس کرنے کے لیے ان کو

مطلع کرتے کوئی بات کرتے اور آواز بلند کرتے تا کہ وہ مانوس ہو جائیں۔

امام احمد بن حنبل ؒ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہونا چاہے تو اسے چاہیے کہ کھنکھارے یا اپنے جوتوں کی آواز سنائے۔

امام احمد ؒ کے صاحبزادے عبداللہ ؒ فرماتے ہیں: ''میرے والد صاحب مسجد سے گھر لوٹتے تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے پیر زمین پر مارتے تا کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے ان کے جوتے کی آواز آئے اور کبھی کھنکھارتے تا کہ گھر میں موجود افراد کو اپنے اندر آنے کی اطلاع دے سکیں۔

یہی وجہ ہے کہ بخاری اور مسلم میں حضرت جابر ♦ سے راویت آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص سفر وغیرہ سے واپسی پر گھر والوں کو بتائے بغیر رات کو اپنے گھر میں لوٹے۔ یعنی سفر وغیرہ سے گھر والوں کو بغیر بتائے آجائے تا کہ اس طرح ان کی خیانت یا کمزوریوں کو تلاش کرے۔

ادب ۴: جب آپ کے گھر کے افراد میں سے کوئی فرد کسی علیحدہ کمرے میں ٹھہرا ہوا ہو اور آپ اس کے پاس جانا چاہتے ہوں تو اس سے پیشگی اجازت لیں، تا کہ آپ اسے ایسی حالت میں نہ دیکھیں جس حالت میں وہ یا آپ خود دیکھنا ناپسند کرتے ہوں، چاہے وہ بیوی ہو یا محارم وغیرہ میں سے کوئی ہو، جیسے آپ کی والدہ، والد، بیٹیاں اور بیٹے۔

امام مالک ؒ نے موطا (کتاب الاستیذان) میں عطاء بن یسار ؒ سے مرسلاً نقل کیا ہے کہ: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ حضرت! کیا میں اپنی ماں سے بھی اجازت لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس شخص نے عرض کیا: میں تو اپنی ماں کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: اجازت لے کر جاؤ، کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو اپنی ماں کو ننگی حالت میں دیکھے؟ اس نے عرض کیا، نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: پس اجازت لے کر جاؤ۔

ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود ♦ کے پاس آیا اور آ کر سوال کیا کہ: کیا میں اپنی ماں سے بھی اجازت لوں؟ انہوں نے فرمایا: تو ہر حالت میں اس کو دیکھنا پسند نہیں کرتا (لہذا اجازت لو)

حضرت عبداللہ بن مسعود ♦ کی اہلیہ حضرت زینب □ فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہ ♦ جب کسی کام سے گھر لوٹتے تو کھنکھارتے، تاکہ ہماری کسی ایسی حالت پر نگاہ نہ پڑے، جسے وہ پسند نہیں کرتے۔

ابن ماجہ میں ''کتاب الطب'' کے آخر میں ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ♦ جب گھر آتے تو پہلے کھنکھارتے اور آواز لگاتے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان ♦ سے ایک شخص نے سوال کیا: کیا میں اپنی ماں سے بھی اجازت لوں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! اگر تو اجازت نہیں لے گا تو اسے ایسی حالت میں دیکھے گا جسے تو پسند نہیں کرتا۔

حضرت موسیٰ تابعی جو صحابی جلیل طلحہ بن عبیداللہ ♦ کے صاحبزادے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ والدہ صاحبہ کے پاس گیا جب والد صاحب کمرہ میں داخل ہوئے تو میں بھی پیچھے داخل ہو گیا تو والد صاحب نے اتنے زور سے میرے سینے سے دھکا دیا کہ میں زمین پر گر گیا اور کہنے لگے: کیا بغیر اجازت داخل ہوتے ہو!؟

حضرت نافع مولیٰ حضرت عبداللہ بن عمر ♦ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر ♦ کی عادت مبارک تھی کہ ان کا کوئی صاحبزادہ بلوغت کو پہنچ جاتا تو اسے الگ کر دیتے۔ یعنی اپنے کمرہ سے الگ کر دیتے اور اس کے بعد وہ بغیر اجازت ان کے کمرے میں داخل نہ ہوتا تھا۔

ابن جریج عطاء بن ابی رباح ♦ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس ♦ سے سوال کیا: کیا میں اپنی دو بہنوں سے بھی اجازت لوں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا وہ میری پرورش میں ہیں، یعنی میرے گھر میں ہیں اور میری ذمہ داری میں ہیں اور میں ہی ان کی پرورش کرتا ہوں اور ان پر خرچ کرتا ہوں، فرمایا: کیا تجھے پسند ہے کہ تو ان کو ننگی حالت میں دیکھے پھر حضرت عبداللہ ♦ نے یہ آیت پڑھی:

''واذابلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کمااستاذن الذین من قبلھم''

ترجمہ: اورتم میں سے لڑکے جب عقل کی حد کو پہنچیں تو ان کو ویسی ہی اجازت لینی چاہیے جیسے ان سے پہلے والے لیتے رہے ہیں۔''

حضرت ابن عباس ◆ نے فرمایا: ''اجازت لینا سب لوگوں پر واجب ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود ◆ فرماتے ہیں: ''ہر شخص کو اپنے والد، والدہ، بھائی اور بہن سے اجازت لینی چاہیے۔''

حضرت جابر ◆ فرماتے ہیں: ہر شخص کو اپنے بیٹے سے اجازت لینی چاہیے، اپنی ماں سے اگرچہ وہ بوڑھی ہو، اپنے بھائی سے، اپنی بہن سے، اور اپنے باپ سے۔

امام بخاری ؒ نے ان روایات میں اکثر کو اپنی کتاب ''**الادب المفرد**'' میں ذکر کیا ہے اور بعض کو امام ابن کثیر ؒ نے اپنی تفسیر میں اس سابقہ آیت کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔

ادب ۵: جب آپ اپنے کسی بھائی دوست جاننے والے یا جس شخص سے آپ کو ملنا ہو اس کے دروازہ کو کھٹکھٹائیں تو اتنی نرم آواز سے کھٹکھٹائیں کہ جس سے پتہ چلے کہ دروازہ پر کوئی آیا ہے اور اتنی زور سے شدت سے نہ کھٹکھٹائیں جیسے کوئی سخت دل اور ظالم انتظامیہ کے لوگ کھٹکھٹاتے ہیں جس سے صاحب خانہ پریشان ہو جائے کیونکہ یہ ادب کے خلاف ہے۔

ایک خاتون حضرت امام احمد بن حنبل ؒ کے ہاں کوئی دینی مسئلہ پوچھنے آئیں اور دروازہ اس طرح کھٹکھٹایا جس میں کچھ شدت تھی، امام صاحب ؒ باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے: ''یہ تو پولیس والوں جیسا کھٹکھٹانا ہے۔''

صحابہ کرام ؓ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ سے غایت ادب کی بناء پر وہ رسول اکرم ﷺ کے دروازہ کو ہاتھ کے ناخنوں سے کھٹکھٹاتے تھے جیسا کہ امام بخاری ؒ نے ''**الادب المفرد**'' میں ذکر کیا ہے۔

یاد رہے کہ یہ نرمی سے کھٹکھٹانا اس صورت میں ہے کہ جب صاحبِ خانہ دروازہ کے نزدیک بیٹھا ہو، لیکن اگر صاحبِ خانہ دروازہ سے دور ہو تو پھر اتنے زور سے کھٹکھٹانا چاہیے کہ

صاحبِ خانہ آواز سن لے اور اس میں بھی زیادہ شدت سے اجتناب کریں، اس سے پہلے حدیث شریف گزر چکی ہے کہ (نرمی جس چیز میں ہوگی وہ اسے خوبصورت بنادے گی اور جس چیز سے نرمی سلب کرلی جاتی ہے تو وہ اسے بدصورت بنادیتی ہے) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نرمی سے محروم کردیا گیا وہ ہر خیر سے محروم کردیا گیا۔'' (مسلم شریف)

نیز اگر آپ کے دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد کسی نے دروازہ نہیں کھولا تو دوسری دفعہ کھٹکھٹانے سے پہلے اتنا وقفہ دیجیے کہ وضو کرنے والا وضو سے اطمینان سے فارغ ہوجائے نماز پڑھنے والا اطمینان سے نماز سے فارغ ہوجائے۔ اگر کھانا کھا رہا ہے تو حلق سے اطمینان سے لقمہ اُتار لے۔ بعض علماء نے اس کی مقدار چار رکعت کی بیان کی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ جب آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا اسی وقت اس نے نماز کی نیت باندھی ہو، تین بار وقفہ وقفہ سے کھٹکھٹانے کے بعد اگر آپ کو اندازہ ہوجائے کہ صاحب خانہ مشغول نہ ہوتا تو ضرور باہر نکل آتا، تو آپ واپس لوٹ جائیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو اسے چاہیے کہ واپس چلا جائے۔'' (بخاری و مسلم)

نیز جب آپ اندر جانے کی اجازت مانگیں تو دروازہ کے بالکل سامنے مت کھڑے ہوں بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کے دروازے پر تشریف لے جاتے تو بالکل دروازہ کے سامنے کھڑے نہیں ہوتے تھے بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے تھے۔ (ابوداؤد)

............جاری ہے

مہمان کے لیے

مولانا غلام محمود رحمہ اللہ بہت بڑے اللہ والے تھے ان کے گھر کے ڈرائنگ روم میں ایک تحریر آویزاں تھی: ''آپ ہمارے مہمان ہیں نماز بھی بہت اچھی ہے جو مہمان نماز کا خیال نہیں رکھتا وہ ہمیں اچھا نہیں لگتا کیونکہ بے نماز انسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بھی اچھا نہیں لگتا

اسلام کا کلمہ پڑھ لینے سے اور اپنا دین اسلام بنا لینے سے انسان کی زندگی چاہے مرد ہو یا عورت، غیر مسلموں سے بالکل الگ ہو جاتی ہے۔ ہر کام اور ہر حال میں ہر مسلمان مرد وعورت کو حضرت رسول مقبول ﷺ کی پیروی کرنا لازم ہے آج کل کے مسلمانوں نے اپنی زندگی کو عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلموں کے تابع بنا دیا ہے جو وہ کرتے ہیں اس کے کرنے کو اپنے لیے فخر اور ان کی نقل اتارنے کو ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں ہم خاص کر ان چیزوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے دین وایمان اور روپیہ پیسہ سب ہی غارت ہوتے ہیں۔

ناول اور افسانے: سب سے بری آفت اور مصیبت جو مسلم گھرانوں میں نازل ہوئی ہے وہ یہ کہ ناول اور افسانوں کی کتابیں اور فلمی رسالے جو بے حیائی سکھانے والے ہوتے ہیں اور جن میں اکثر ننگی تصویریں بھی چھپی ہوتی ہیں گھر گھر جاتے ہیں ان کو پڑھ کر گندے خیالات اور خراب باتیں لڑکوں اور لڑکیوں کے دل ودماغ میں جنم پکڑ لیتی ہیں۔ پیسہ بھی ضائع ہوتا ہے وقت بھی خراب ہوتا ہے اور ناجائز و نامناسب قصے اور داستانیں پڑھ کر دل گندے اور دماغ ناپاک بن جاتے ہیں پھر اس کے نتیجہ میں بڑی بڑی خرابیاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ بدچلنی بے حیائی بدکاری کے واقعات جو دیکھے جاتے ہیں۔ اکثر گندی کتابیں یعنی ناول اور افسانے اور فلمی رسالے ہی ان کا سبب ہوتے ہیں خدا کے لیے ناول افسانے اپنے گھروں میں مت آنے دو اور ان کی جگہ دینی کتابیں گھروں میں رکھو۔ جن سے دینی اور اخلاقی معلومات ہوں۔

گراموفون: یہ مصیبت بھی عام ہوگئی ہے گراموفون سننے کا عام رواج ہو گیا ہے جہاں کسی کو کوئی اچھی ملازمت مل گئی ہے یا دوکان خوب چل نکلی تو مال کو اللہ کی خوشنودی کی جگہ خرچ

کر کے اس کا شکر ادا کرنے کے بجائے لہو ولعب اور گانے بجانے کی چیزوں کو خریدنا ضروری سمجھ لیا جاتا ہے یہ چیزیں بڑائی اور ترقی کی علامت سمجھی جاتی ہیں۔ گھر کے سب چھوٹے بڑے، مرد عورت، لڑکے اور لڑکیاں، ماں باپ، بھائی بہن، غرضیکہ سب ہی حیاء وشرم کو طاق میں رکھ دیتے ہیں اور سب مل کر عشقیہ ناول، غزلیں اور فحش گانے سنتے ہیں، گانے والیوں کو داد دی جاتی ہے، نہ بڑوں کا ادب رہتا ہے نہ چھوٹوں کا لحاظ، سب ایک قسم کے جذبات میں ڈوبے ہوئے ہیں، جو وقت تلاوت کلام پاک، درود شریف اور استغفار اور دوسری نیکیوں میں مشغول رہنے سے گزرتا، وہ گانا سن کر گناہ گار ہونے میں لگ جاتا ہے اس مصیبت اور بڑے گناہ سے بچنا چاہیے۔ گانا بجانا آج کل زندگی کا بڑا اہم جزو بن گیا ہے، اگر بیاہ شادی اور دوسری تقریبوں میں گانے بجانے اور ناچنے کا انتظام نہ ہو تو اس کو پھیکا اور بدمزہ کہا جاتا ہے، کھانا کھانے اور ٹھہرنے کے لیے وہی ہوٹل اور ریسٹورنٹ پسند کیے جاتے ہیں جس میں ریڈیو گراموفون وغیرہ کا انتظام ہو، بزرگوں کی قبروں پر عرس کے نام سے جمع ہوتے ہیں اور ہارمونیم وغیرہ کے گانے ہوتے ہیں، جن بزرگوں کی زندگی خلاف شرع چیزوں کے مٹانے میں گزری، ان کی قبروں پر میلے کھیل تماشے لگتے ہیں اور گانوں کے اڈے بنائے جاتے ہیں استغفر اللہ، خدا اس جہالت سے بچائے۔

حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے رب نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور ہدایت دینے والا بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کے سامان کو اور صلیب کو (عیسائی جس کی تعظیم کرتے ہیں) اور جاہلیت کی چیزوں کو مٹا دوں، آہ! آنحضرت ﷺ کی محبت کے دعوے کرنے والے کیسے گانے بجانے سے محبت رکھتے ہیں؟ اور یہ جرأت دیکھو کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کی نعت شریف بھی ہارمونیم کے ساتھ پڑھتے اور سنتے ہیں، جس چیز کو آپ مٹانے کے لیے تشریف لائے وہی آپ کی نعت سنانے میں استعمال کی جاتی ہے، گانا بجانا اور ناچنا اس قدر عام ہو گیا ہے کہ شادی کرنے کے لیے مرد وعورت دونوں طرف سے ایسے جوڑے کی تلاش ہوتی ہے، جسے ناچنے اور گانے بجانے میں مہارت ہو، اسی وجہ سے بہت سے گھرانوں میں لڑکیوں کو گانا بجانا سکھایا

جانے لگا ہے اور بعض اسکول بھی اس گنہگاری کے سکھانے کے لیے کھول دیے گئے ہیں، کافر تو کافر ہی ہیں، ان سے کیا شکوہ؟ مسلمان بھی ان کرتوتوں کو اپنی زندگی میں داخل کرتے چلے جا رہے ہیں۔

تھیٹر اور سینما: بے حیائی اور بے غیرتی کے ٹریننگ اسکول یعنی تھیٹر اور سینما کے شوقین اس قدر بڑھ گئے ہیں اور بڑھتے جا رہے ہیں کہ ان کے دیکھنے کے لیے لمبی لمبی لائنیں لگتی ہیں، مرد و عورت، چھوٹے بڑے، سب ہی اس کبیرہ گناہ کو کرتے ہیں بعض پورے خاندان کو ساتھ لے جا کر ان ''لعنت گھروں'' میں فلمیں دکھاتے ہیں، اس میں دولت تو برباد ہوتی ہی ہے، شرافت، انسانیت، حیا، شرم کا خون بھی ہوتا ہے، بے حیائی اور بے غیرتی اور بدکرداری کا عملی سبق سیکھ کر آتے ہیں، آئے دن ایسے واقعات سنتے اور اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ فلاں جگہ ایسا گندہ واقعہ پیش آیا اور فلاں سینما کے دروازے سے فلاں لڑکی غائب ہوگئی، اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ سینما گھر کی سکرین ان کو یہی سکھاتی ہے، ان کھیلوں اور فلموں میں ہر ایسی بات سامنے آجاتی ہے جو بے حیائی اور گنہ گاری کے پورے طریقے سکھا دیتی ہے اور جسے بازار اور گھر میں رذیل سے رذیل آدمی بھی برداشت نہیں کرسکتا، حیرت ہے کہ جو چیزیں گھر اور بازار میں شرم کی سمجھی جاتی ہیں سینما ہال میں کیسے شرافت بن جاتی ہیں؟ جو لوگ اپنے کو اونچے خاندان والا سمجھتے ہیں وہ بھی بہو، بیٹیوں کو ساتھ لے کر سینما ہال میں نازیبا اور بے شرمی کی حرکتیں دکھاتے ہیں، مال وزر کی حرص اور شہرت و ناموری کی ہوس میں شریف زادیاں خاندانی عزت کو خاک میں ملا کر اسٹیج پر آرہی ہیں، کمپنی کے دلال بہلا پھسلا کر انہیں تباہ و برباد کرتے ہیں، جب کوئی لڑکی ایکٹرس ہو جاتی ہے تو پوسٹروں اور اخباروں میں اس کی تصویریں چھپتی ہیں اس کی تعریفیں کتابوں اور رسالوں میں لکھی جاتی ہیں اس سے اس کا دل اور بڑھتا ہے اور بے حیائی کے درجے اور زیادہ طے کرتی چلی جاتی ہے گویا بے غیرتی اور بے عزتی کی زندگی بھی کوئی بڑا کارنامہ ہے، العیاذ باللہ۔ ہم ایک حدیث لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور تمام مسلمانوں سے درخواست ہے کہ سینما اور تھیٹر سے خود بھی سخت پرہیز کریں اور اپنی اولاد، بہو، بیٹیوں کو بھی بچائیں۔ بچے، بچیاں کتنا ہی اصرار کریں ہرگز ان کو سینما، تھیٹر دیکھنے

کے لیے پیسے نہ دیں حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا'' بلاشبہ حیا اور ایمان ایک ساتھ ہوتے ہیں۔ جب ایک رخصت ہوتا ہے تو دوسرا بھی چل دیتا ہے۔''

فضول خرچی: فضول خرچی بڑی بری بلا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا:'' بے شک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔'' غیر قوموں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی زیادہ خرچ کرنے کو کمال سمجھ لیا ہے اور چونکہ آمدنی کم ہوتی ہے اور خرچ زیادہ بڑھا رکھے اس لیے پریشان ہی رہتے ہیں سادہ کپڑا، سادہ گھر، سادی شادی، معمولی خوراک اب عیب سمجھے جانے لگے ہیں، حالانکہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے دنیا کی لذتوں میں پڑنے اور دنیا کا ساز و سامان بڑھانے اور واقعی ضرورت سے زیادہ مکان بنانے کی ممانعت فرمائی ہے دنیا مسلمان کو سفر ہے اور وطنِ اصلی آخرت یعنی جنت ہے جہاں تھوڑی سی مدت رہنا ہے وہاں زینت اور ٹیپ ٹاپ میں وقت اور پیسہ لگا کر ضائع کرنا سمجھ داری کی بات نہیں ہے، حضرت رسول مقبول ﷺ نے اپنی بیوی حضرت عائشہ □ سے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر تو آخرت میں مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو بس تجھے اتنی دنیا کافی ہونا چاہیے جتنا سامان مسافر ساتھ لے کر چلتا ہے اور دولت والوں کے پاس بیٹھنے سے پرہیز کر اور کسی کپڑے کو پرانا مت سمجھ! جب تک تو اسے پیوند لگا کر نہ پہن لیوے۔

ایک مرتبہ رسول مقبول ﷺ نے ایک صحابی ♦ کا اونچا سا بنایا ہوا مکان دیکھا۔ پھر جب وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی اور منہ پھیر لیا اور ایک مرتبہ حضرت رسول مقبول ﷺ ایک چٹائی پر سو گئے سو کر اٹھے تو جسم شریف پر چٹائی کی بناوٹ کے نشان پڑ گئے تھے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ حکم فرمائیں تو ہم آپ کے لیے اچھا بچھونا بچھا دیا کریں اور اچھی اچھی چیزیں حاصل کر کے آپ کے لیے لایا کریں،، آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ'' مجھ کو دنیا سے کیا تعلق؟ میرا دنیا سے بس ایسا ہی واسطہ ہے جیسے کوئی مسافر درخت کے نیچے سایہ لینے کے لیے بیٹھ گیا اور پھر اسے چھوڑ کر چل دیا۔'' مسلمانوں کو ہر حال اور ہر کام میں اپنے پیارے نبی ﷺ کی پیروی کرنا لازم ہے آج کل کے مسلمان اور خاص کر نوجوان لڑکیوں

اورلڑکوں نے غیر قوموں کو دیکھ کر ایسے خرچ بڑھا لیے ہیں کہ نہ وہ ضروری خرچ ہیں نہ ان پر زندگی موقوف ہے فیشن کی بلا ایسی سوار ہوئی ہے کہ جتنی بھی آمدنی ہو سب کم پڑ جاتی ہے اور قرض پر قرض چڑھتا چلا جاتا ہے حضرت معاذ ◆ نے ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ''تم تکلیفوں کے ذریعہ جانچ میں ڈالے گئے ہو تو تم نے صبر کر لیا۔ عنقریب مال کے ذریعہ تمہاری جانچ کی جائے گی اور مجھے سب سے زیادہ خوف تمہارے متعلق یہ ہے کہ عورتوں کے فتنہ میں ڈال دیے جاؤ گے جب کہ عورتیں سونے چاندی کے کنگن پہنیں گی اور شام و یمن کے باریک اور عمدہ کپڑے پہنیں گی (یہ چیزیں مہیا کرنے کے لیے) مالدار کو تھکا دیں گی اور مفلس سے وہ مانگیں گی جو اس سے نہ ہو سکے گا۔''

صفائی ستھرائی تو اچھی چیز ہے مگر لباس اور فیشن کی دوسری بے جا ضرورتیں جو یورپ والوں نے نکال دی ہیں مسلمانوں کے لیے کسی طرح بھی ان کے حاصل کرنے کے خیال میں پڑنا اور ان کو استعمال کرنا ٹھیک نہیں ۔ یہ بڑی نادانی ہے کہ انگریزوں کی نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ان کی اور اپنی آمدنی کا مقابلہ کر کے نہیں دیکھتے، جو روپیہ کماتے ہیں جسم کی خدمت اور ظاہری ٹیپ ٹاپ میں لگا دیتے ہیں دیکھنے میں خوشحال اور دل پریشان آمدنی معقول مگر گزارہ مشکل، اطمینان اور بے فکری کا نام نہیں، محبت کے جوش میں بچوں کی پرورش شروع ہی سے ایسے اعلیٰ پیمانے پر کرتے ہیں کہ بعد میں ان کی کمائی ان خرچوں کو برداشت نہیں کر سکتے جو کچھ پاس ہوتا ہے بچہ کے فیشن پر خرچ کر دیتے ہیں جب بیچارہ کچھ لکھ پڑھ کر ملازم ہوتا ہے یا کاروبار شروع کرتا ہے تو پریشان ہو جاتا ہے بال بچوں کا خرچ ماں باپ کی خدمت اپنی پوزیشن اور سوسائٹی کا خیال ایک جان کو ہزاروں مصیبتیں لگی ہوتی ہیں۔ غرض کہ پورے گھرانے کا بوجھ اٹھانا وبال جان ہو جاتا ہے۔ لڑکیوں کو فیشن کا اس قدر شوقین بنا دیا جاتا ہے کہ بچپن سے ہی اتنے زیادہ خرچوں کا عادی بنا دیتے ہیں کہ شادی کے بعد شوہر پر بوجھ ہو جاتی ہیں، خاوند کی ساری آمدنی فیشن لباس اور زیور کی نذر ہوتی ہے، ناچار ہو کر نا اتفاقی اور بدمزگی ظاہر ہونے لگتی ہے اور زیادہ بناؤ سنگار کی عادت ڈالنے سے تلاوت قرآن پاک، درود شریف و استغفار، دینی معلومات میں لگنے کی فرصت بھی نہیں

ملتی پھر اصلی سجاوٹ تو باطن یعنی دل اور روح کی سجاوٹ اور پاکیزگی ہے جسم ولباس کی عمدگی بھی اس وقت اچھی معلوم ہوتی ہے جب دل صاف ستھرا، اخلاق اچھے اور عادتیں پاکیزہ ہوں۔ اخلاق گندا اور ظاہر اچھا اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے گندگی کو ریشم میں لپیٹ کر رکھ دیا جائے۔

الحاصل: مسلمانوں کو سادہ زندگی کی طرف توجہ کرنی چاہئے جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے اور جس پر چل کر تمام چھوٹے بڑے امیر وغریب دنیا میں آرام سے رہ سکتے ہیں، فضول خرچی اور رسمیں برتنے کے لیے روپیہ نہ ہونے کے باعث برسوں لڑکیاں بیٹھی رہ جاتی ہیں (استغفراللہ) ہزاروں روپے مہر میں مقرر کیے جاتے ہیں دکھاوے کے لیے جہیز تیار کرنے کے لیے سودی ادھار قرض لینا پڑتا ہے جو برسوں ادا نہیں ہوتا۔ اے مسلمانو! سادگی اختیار کرو۔ بیاہ شادی کے موقعہ میں حضرت رسول مقبول ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والوں کی پیروی کرو۔

حضور اکرم ﷺ کو اللہ جل شانہ نے خاتم النبیین بنا کر بھیجا اور اس اعتبار سے امت محمدیہ □ آخری امت ہے آپ کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں قربِ قیامت کی علامات سے آگاہ فرمایا اور بتلا دیا کہ حضرت عیسیٰ □ کو اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں سے بچا کر ایک وقت مقرر تک کے لیے آسمان پر اٹھایا ہے اور وہ آخری زمانہ میں آپ ﷺ کے ایک امتی کی حیثیت سے آسمان سے دنیا میں تشریف لا کر اپنی بقیہ زندگی بسر فرمائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور مزید آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ □ میری قبر پر آئیں گے اور کہیں گے یا محمد! اور میں ان کو جواب دوں گا، وفات کے بعد مدینہ منورہ میں روضہ رسول ﷺ میں آپ کے ساتھ مدفون ہوں گے اسی طرح امام مہدی کا ظہور بھی قربِ قیامت کی ایک نشانی ہے امام مہدی خود کو مسلمانوں سے مخفی رکھنا چاہیں گے۔ لیکن مسلمان علماء کرام ان کو پہچان کر ان کے ہاتھ پر بیعت جہاد فرمائیں گے امام مہدی مسلمانوں کے ساتھ مل کر خوب جہاد فرمائیں گے اس طرح جہاد قیامت تک جاری رہے گا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ ان عقائد پر یقین رکھے انگریز چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کو نکال دے کیونکہ اس جذبہ جہاد کے بدولت انہوں نے انگیریزوں کا ناکوں چنے چبوائے چنانچہ انہوں نے مسلمانوں سے بدلہ لینے اور ان کو پستیوں میں دھکیلنے کے لیے جھوٹے شخص مرزا قادیانی کو مہرہ بنا کر استعمال کیا اور اس ملعون و ذلیل شخص نے نبوت کا دعویٰ کر کے خود بھی دونوں جہانوں کی ذلت کو دعوت دی اور ایک بڑی تعداد بھی اس کے دامنِ فریب میں جا پھنسی۔ ایک ایسا شخص جس کی ماں کا نام ''گھسیٹی''، موصوف خود افیون کا عادی اور شراب کا شوقین، کند ذہن ہونے کی وجہ سے محض پانچویں جماعت تک ہی پڑھ سکا۔ ہر روز

اسکول میں اساتذہ سے مار پڑتی بلکہ مرغا بنا کر پوری کلاس کا چکر لگوایا جاتا۔جس شخص کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش پٹواری بننا تھی ،ظاہری حلیے پر نظر ڈالو تو ایک آنکھ سے کانا (اور حقیقتاً دل کی آنکھوں سے اندھا) شخص عزت مآب ♏ کی ہم سری کا دعویٰ کس بنیاد پر کر بیٹھا؟ غلام احمد نام رکھ کر اپنے آقا سے ہم سری کرنے والے کے پیروکاروں کو اللہ توفیق ہدایت دے ان عقل کے اندھوں کے عقل وشعور پر کیوں اوس پڑ گئی کہ اس غلام قادیانی کی پیروی میں لگ گئے؟ مرزا غلام قادیانی ملعون جس نے اس دنیا کو محض کھیل تماشہ،شراب نوشی ،نفسانی خواہشات اور انگریزوں کی خوشامدی میں لگا دیا اور ایک ایسا شخص جو کہ مسلمان کہلوانے کا بھی حق دار نہیں نجانے کس بنیاد پر آقائے دو جہاں ♏ کی برابری کا دعویٰ کر بیٹھا۔انگریزوں کے جوتے چاٹتے ساری عمر اس ذلیل نے جھوٹ کی انتہاء کر دی جو شخص نبی ♏ کے منکروں اور گستاخوں کی خوشامد کرنے میں ساری عمر لگا دے اور اسے اپنے لیے سعادت سمجھتا ہو وہ شخص تو اس قابل بھی نہیں کہ اسے مسلمان کہا جائے کجا کہ عقل کے اندھوں کی ایک جماعت اس کی تقلید کرتے ہوئے اس نبی مان لے۔

ملعون مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو برملا جہاد کا انکار کر دیا مجاہدین فی سبیل اللہ کی مذمت کی اور لوگوں کو جہاد فی سبیل اللہ سے دور کرنا شروع کر دیا۔مرزا قادیانی جو کہ انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا اس نے ایک طرف عیسیٰ □ اور امام مہدی کی شان میں گستاخیاں کیں اور دوسری طرف اعلان کیا کہ میں ہی عیسیٰ ہوں اور میں ہی مہدی ہوں اور جس حضرت عیسیٰ □ اور امام مہدی کے بارے میں واضح طور پر ہمارے نبی ♏ نے بتلا دیا کہ وہ دجال سے قتال کریں گے اور یہ اندھا قادیانی جو جہاد کا منکر تھا بیک وقت عیسی اور امام مہدی کیسے ہوسکتا ہے؟ مرزا خود اپنے کارناموں کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میری عمر کا اکثر حصہ سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکھٹی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور

روم تک پہنچایا ہے میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت (انگریزی) کے سچے خیرخواہ ہوں جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں میں معدوم ہو جائیں۔

(تریاق القلوب، ص ۲۷، ۲۸ روحانی خزائن ص ۱۵۵، ج ۱۵)

اس قادیانی ملعون نے تو اپنے وقت میں دعویٰ کیا تھا کہ اگر مسلمانوں نے سلطنت برطانیہ کے سامنے گردن نہ جھکائی تو وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے بلکہ تباہ و برباد ہو جائیں گے اور یہ جھوٹا کذاب اپنے شعر میں کہتا ہے

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ و قتال

مرزا قادیانی اپنے ظاہر و باطن دونوں لحاظ سے بدکردار اور قبیح شخص تھا احمقوں سے بڑھ کر احمق تھا مرزا قادیانی کی طبیعت آوارہ اور فضول خرچی کی شوقین تھی۔ مرزا قادیانی کا ایک عجیب وغریب دعوی تھا کہ وہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کتاب براہین احمدیہ میں میرا نام بھی مریم رکھا۔

(قادیانیوں کی الہامی کتاب تذکرہ ص ۴۰)

مرزا قادیانی نے اپنی زندگی میں جو بھی دعوے اور پیشن گوئیاں کیں سب کی سب جھوٹی نکلیں اور مرزا قادیانی اپنی تمام خباثتوں اور جھوٹے دعوؤں سمیت ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنے ایک مرید کے گھر میں مر کر جہنم واصل ہوگیا اور بوقت موت غلاظت کے اندر لت پت تھا مرزا قادیانی ہیضے کو قہر الٰہی اور ہیضے کے مرض میں مرنے کو لعنتی قرار دیتا تھا۔ لیکن اسی مرض میں یہ خود بھی مرا۔ لعنة الله عليه۔ میرے استاد محترم نے اس کے بارے میں فرمایا:

و اقبح منک لم ترقط عینی
و ارذل منک لم تلد النساء
خلقت ملونا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب: اصلی نام زینب تھا لیکن چونکہ وہ جنگ خیبر میں خاص آنحضرت ﷺ کے حصہ میں آئی تھیں اور عرب میں غنیمت کے ایسے مال کو جو امام یا بادشاہ کے لیے خاص ہو صفیہ کہا جاتا تھا اس لیے وہ بھی صفیہ کے نام سے مشہور ہو گئیں یہ زرقانی کی روایت ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا وہ خوش نصیب ام المؤمنین ہیں جن کو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے اعلی نسب کی سعادت حاصل ہے۔ باپ کا نام حیی بن اخطب تھا جو قبیلہ بنونضیر کا سردار تھا۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل میں شمار ہوتا تھا۔ ماں جس کا نام ضرد تھا سموال رئیس قریضہ کی بیٹی تھی۔ اور یہ دونوں خاندان (قریظہ اور نضیر) بنی اسرائیل کے ان تمام قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے جنہوں نے زمانہ دراز سے عرب کے شمالی حصوں میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

نکاح اول: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی سلام بن مشکم القرظی سے ہوئی تھی۔ سلام نے طلاق دی تو کنانہ بن ابی تحقیق کے نکاح میں آئیں جو ابورافع تاجر حجاز اور رئیس خیبر کا بھتیجا تھا۔ کنانہ جنگ خیبر میں مقتول ہوا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے باپ اور بھائی بھی اس جنگ میں مارے گئے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خود بھی گرفتار ہوئیں۔

حضور ﷺ کے نکاح میں: جنگ خیبر کے تمام قیدی جمع کیے گئے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے ایک لونڈی کی درخواست کی آپ ﷺ نے انتخاب کرنے کی اجازت دی انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو منتخب کیا لیکن ایک صحابی نے آکر عرض کی کہ بنونضیر وقریضہ کی سرداری کو دحیہ کو دے دیا تو وہ تو صرف آپ کے لیے ہی مناسب ہے۔ مقصود یہ تھا کہ رئیسہ عورت کے ساتھ عام عورتوں والا سلوک مناسب نہیں اس کے لیے اسی کے مطابق شان وشوکت کا سلوک

ہونا چاہیے۔ چنانچہ دحیہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے دوسری لونڈی دی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے خود نکاح کر لیا۔

فضل وکمال: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ سے چند حدیثیں مروی ہیں جن کو حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ، اسحاق بن عبداللہ بن حارث، مسلم بن صفوان، کنانہ اور یزید بن معتب وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ دیگر ازواج کی طرح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے زمانہ میں علم کا مرکز تھیں۔ چنانچہ حضرت صہیرہ بنت جعفر حج کر کے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس مدینہ آئیں تو کوفہ کی بہت سی عورتیں مسائل دریافت کرنے کی غرض سے بیٹھی ہوئی تھیں۔ صہیرہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی مقصد تھا۔ اس لیے انھوں نے کوفہ کی عورتوں کی زبانی کئی سوال کروائے۔ ایک فتوی نبیذ کے متعلق تھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو بولیں اہل عراق اکثر اس مسئلہ کا پوچھتے ہیں۔

اخلاق: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا میں بہت سے محاسن اخلاق جمع تھے وہ نہایت عاقلہ، فاضلہ اور حلیم الطبع تھیں۔ حلم وتحمل ان کے باب فضائل کا نہایت جلی عنوان ہے، غزوہ خیبر میں جب وہ اپنی بہن کے ساتھ گرفتار ہو کر آئیں تھیں تو ان کی بہن یہودیوں کی لاشوں کو دیکھ دیکھ کر چیخ اٹھتی تھیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے محبوب شوہر کی لاش سے قریب ہو کر گذریں لیکن اب بھی اسی طرح پیکر متانت تھیں اور ان کی جبین تحمل پر کسی قسم کی شکن نہ آئی۔ آنحضرت ﷺ کو بھی ان کے ساتھ نہایت محبت تھی اور ہر موقعہ ان کی حوصلہ افزائی اور دل جوئی فرماتے رہتے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سیر چشم اور فیاض الطبع تھیں چنانچہ جب وہ ام المؤمنین بن کر مدینہ میں آئیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ازواج مطہرات کو اپنی سونے کی بجلیاں تقسیم کیں۔ کھانا عمدہ پکاتی تھیں اور آپ ﷺ کے پاس تحفۃً بھیجا کرتی تھیں۔

وفات: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ماہ رمضان سنہ 50ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ اس وقت ان کی عمر 60 سال تھی اور ترکہ میں ایک لاکھ درہم و دیگر کچھ سامان چھوڑا اور ایک ثلث کے لیے اپنے بھانجے کے لیے وصیت کر گئیں۔

دیہاتی علاقے میں بوڑھے ماں باپ تھے، اللہ نے بڑھاپے میں ان کو اولاد عطا کردی بچے کو انہوں نے پڑھایا، بچہ ذہین تھا، حتی کہ وہ بچہ پڑھ لکھ کر انجینئر بن گیا۔ اب جب وہ انجینئر بنا تو شہر کے اندر اس کو بڑی اچھی نوکری مل گئی، کوٹھی مل گئی، کار مل گئی۔ اس نے ماں باپ کو کہا، جی آئیں! میرے ساتھ شہر میں آئیں۔

ماں باپ چونکہ دیہات میں رہنے کے عادی تھے، رشتے داریاں وہیں تھیں اور آزاد فضا تھی اور وہ اس ماحول میں ایڈجسٹ ہو چکے تھے۔ وہ کچھ دن تو شہر میں رہے لیکن رشتہ داروں کی خوشی غمی میں بار بار گاؤں جانا پڑتا تھا۔ تو ماں باپ نے کہا کہ بیٹے! ہم سے بار بار یہ سفر نہیں ہوتے، ہمیں آپ وہیں دیہات میں رہنے دو۔ آپ نے اگر رہنا ہے تو آپ شہر میں رہ لو، آتے رہنا، ہم سے ملتے رہنا۔

چنانچہ اس طرح بیٹے نے شہر میں رہنا شروع کردیا۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے سوچا کہ بھئی اب ہر طرح سے میں ایڈجسٹ تو ہو ہی چکا ہوں تو مجھے شادی کروا لینی چاہیے۔ شہر کے ایک بڑے معزز گھرانے کی ایک خوبصورت اور خوب سیرت لڑکی کا پتہ چلا اس نے ان کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا۔ ماں باپ سے پوچھا؛ ماں باپ نے کہا کہ بیٹے! زندگی آپ نے گزارنی ہے جہاں آپ خوش ہوں گے ہم بھی وہیں خوش ہوں گے۔ اس کی شادی بھی ہو گئی۔

اب شادی کے بعد یہ اپنی بیوی کو گھر لے کر آیا تو بیوی کچھ عرصہ تو اس کے ماں باپ کو ملنے دیہات میں جاتی رہی پھر جب بچوں کے سلسلے شروع ہو جاتے ہیں تو آنا جانا مشکل ہو جاتا ہے ماں باپ اس بچہ کو کہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس ہفتے میں ایک دفعہ آ کر مل جایا کرو۔

یہ ایک دفعہ ملنے چلا جاتا ہے اب بندہ ہے، کئی دفعہ پلاننگ کرتا ہے کہ میں دو گھنٹے میں آجاؤں گا اور دو گھنٹے کی جگہ چھ گھنٹے لگ جاتے ہیں تو جب اس طرح ذرا دیر ہونی شروع ہوئی تو بیوی کو بھی برا لگا وہ پھر بولنا شروع ہوگئی۔ جیسے عورتوں کی ایک لینگوئج ہوتی ہے اب یہ نوجوان شریف النفس تھا۔ اپنی بیوی کو سمجھاتا وہ بھی امیر گھرانے کی تھی، اور آگے سے بات کو بڑھا دیتی تھی، خواہ مخواہ کا بحث مباحثہ آپس میں ہو جاتا، اور یہ ہر ہفتے کا مسئلہ ہوتا۔ دو چار سال گزرے تو اب بیوی جو تھی وہ ماں باپ کے پاس جانے سے الرجک ہوگئی۔ جب یہ جانے لگتا تو وہ ہنگامہ کر دیتی یہ پریشان کہ وہاں نہ جاؤں تو ماں باپ ناراض اور اگر جاؤں تو یہاں بیوی ناراض۔ سوچتا تھا کہ میں کیسے اس مصیبت سے جان چھڑاؤں؟

اتنے میں اس کو سعودی عرب سے ایک جاب آفر آگئی۔ بہت معقول پیکج تھا۔ اس نے ماں باپ کو جا کر بتایا کہ مجھے تو سعودی عرب میں نوکری مل رہی ہے۔ ماں باپ بڑے خوش ہوئے، بیٹے! ہمارا اللہ حافظ ہے تم اس دیس میں جاؤ گے، اللہ کا گھر دیکھو گے، بیٹے ہمارے لیے یہی خوشی کافی ہے۔ ماں باپ نے اجازت دے دی۔

یہ بیوی بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ آگیا۔ اس زمانے میں ٹیلی فون تو زیادہ ہوتے نہیں تھے۔ بس حج اور عمرے پر جو لوگ آتے تھے انہی کے ذریعے پیغام رسانی ہوتی تھی یا کوئی چیز ایک دوسرے کو پہنچا دی جاتی تھی۔ چنانچہ یہ نوجوان شروع میں ان کے لیے خرچہ بھی بھیجتا رہا اور کبھی کبھی صحت خوشی کے پیغام بھی بھیجتا رہا، لیکن تیرہ سال یہ وہیں پر رہا اپنے والدین کی طرف واپس نہ آسکا نیک تھا، ہر سال حج کرتا تھا۔

ایک مرتبہ حج کے دوسرے تیسرے دن یہ مطاف میں کھڑا تھا۔ بیت اللہ کے سامنے زار و قطار رو رہا تھا۔ کسی اللہ والے نے دیکھا، پوچھا نوجوان! کیا ہوا؟ کہتا ہے کہ مجھے تیرہ سال ہو گئے ہیں، ہر دفعہ حج کرتا ہوں لیکن حج کے دو دن تین دن کے بعد میں خواب دیکھتا ہوں کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے تیرا حج قبول نہیں اور میں پریشان ہوں کہ پتہ نہیں کون سی مجھ سے ایسی غلطی ہوئی ہے کہ

میرا حج اللہ کی بارگاہ میں قبول ہی نہیں؟ وہ اللہ والے تھے بندے کی نبض پہچانتے تھے، انہوں نے دو چار باتوں میں گیس کر لیا کہ اس نے تیرہ سال سے ماں باپ کو شکل ہی نہیں دکھائی ان کے پاس گیا ہی نہیں تو صاف ظاہر ہے کہ بوڑھے ماں باپ اس پر خفا ہوں گے۔ انہوں نے بات سمجھائی کہ بیٹے! جاؤ! ماں باپ زندہ ہیں ان کی خیر خبر لو، پھر واپس آنا۔

خیر یہ آیا اور اس نے آ کر فوراً اپنی ٹکٹ بک کروالی۔ بیوی نے کچھ آئیں بائیں شائیں کرنے کی کوشش کی، مگر یہ نوجوان بھی سیریس تھا۔ اس نے اس کو بھی شیر کی آنکھیں دکھائیں۔ جب بیوی نے دیکھا کہ یہ بہت سیریس نظر آتا ہے تو چپکے سے ڈر کے مارے بھیگی بلی بن کر بیٹھ گئی۔

خیر اس نے تیاری کی اور واپس اپنے ملک آیا، اب جب اپنے گاؤں کے قریب پہنچا تو اس نوجوان کو یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ میرے ماں باپ اس وقت زندہ بھی ہیں یا نہیں؟ اب یہ سوچ رہا ہے کہ پتہ نہیں میرے ماں باپ کس حال میں ہیں؟ تیرہ سال گئے ہوئے ہو گئے تھے۔ اس کو ایک ایک نو دس سال کا لڑکا ملا۔ اس نے اس سے پوچھا کہ وہ فلاں بڑے میاں کا کیا حال ہے؟

اس نے بتایا کہ وہ بڑے میاں تو چھ مہینے ہوئے فوت ہو گئے، البتہ وہ بوڑھی عورت ابھی زندہ ہے، گھر میں ہے اور بڑی بیمار ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ان کا ایک بیٹا ہے جو سعودی عرب گیا ہوا ہے پتہ نہیں وہ کیسا نامعقول بیٹا ہے جو اپنے ماں باپ کی خبر ہی نہیں لیتا۔ بچہ بات کر کرے چلا گیا لیکن اس نوجوان کے دل کی تار کو چھیڑ گیا اب اس کو احساس ہوا۔ اوہو: دنیا سے چلے گئے میں نے آخری وقت میں ان کی شکل ہی نہیں دیکھی۔ اب تو امی مجھ سے ناراض ہوں گی اور امی میرا چہرہ ہی نہیں دیکھے گی، امی مجھے گھر سے نکال دے گی، میرے ساتھ بات ہی نہیں کرے گی، اب یہ سوچ رہا ہے کہ میں امی کو کیسے مناؤں گا؟ مغموم دل سے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ بالآخر جب اس نے گھر کے دروازے پر پہنچ کر دیکھا تو دروازہ کھلا ہوا تھا کواڑ ملے ہوئے تھے اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا اندر داخل ہوا، کیا دیکھتا ہے کہ صحن میں چارپائی کے اوپر اس کی بوڑھی بیمار والدہ لیٹی ہوئی ہے۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ تھی وہ چارپائی کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اس کو خیال آیا کہ

کہیں امی سو نہ رہی ہو تو میں پہلے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے قریب جاتا ہوں۔ چونکہ اس کی والدہ کی آنکھوں پر موتیا آچکا تھا، جب وہ دبے پاؤں بالکل قریب پہنچا تو حیران ہوا کہ اس کی والدہ کے اس وقت ہاتھ اٹھے ہوئے تھے اور وہ کچھ الفاظ کہہ رہی تھی گویا اللہ سے دعا مانگ رہی تھی اس نے جب قریب ہو کر سنا تو ماں یہ الفاظ کہہ رہی تھی یا اللہ میرا خاوند دنیا سے چلا گیا ہے میرا ایک ہی بیٹا ہے میرا محرم ہے اللہ اسے بخیریت واپس پہنچا دینا تا کہ اگر میری موت آئے تو مجھے قبر میں اتارنے والا کوئی تو میرا محرم موجود ہو۔ ماں یہ دعائیں مانگ رہی ہے اور بیٹا سمجھتا ہے کہ ماں مجھے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرے گی۔ اس نے جب ماں کے یہ الفاظ سنے اس نے فورا کہا امی میں آ گیا ہوں تو ماں چونک اٹھی آواز سنتے ہی بولی میرے بیٹے آ گئے؟ جی امی! میں آ گیا ہوں۔ ماں کہنے لگی: بیٹے ذرا قریب ہونا میں تمہاری شکل تو دیکھ نہیں سکتی مجھے اپنا بوسہ ہی لینے دو مجھے اپنے جسم کی خوشبو سونگھنے دو یہ ماں کی محبت ہوتی ہے۔ خیر! بیٹا دو چار دن وہاں رہا اللہ کی شان ماں بیمار تھی، چند دنوں میں فوت ہو گئی۔ اس نے اپنی والدہ کو دفنایا کفنایا اور اس ذمہ داری سے فارغ ہو کر، کچھ عرصے بعد یہ واپس مکہ مکرمہ آ گیا۔

کہتے ہیں اگلے سال جب حج کا موقع آیا اس نے حج کے دسرے دن پھر خواب دیکھا جس شخص کو دیکھتا تھا اس نے دیکھا کہ وہی ہے اور اس سے وہ کہہ رہا ہے اللہ نے تیرے اس حج کو بھی قبول کر لیا اور تیرے پچھلے حجوں کو بھی قبول کر لیا۔

جب ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک سے اللہ رب العزت بندے کے عملوں کو قبول کر لیتے ہیں اور اس کے ساتھ رحمتوں کا معاملہ کرتے ہیں تو نوجوانوں کو چاہیے کہ گھروں میں نہ آپس میں الجھیں۔ نہ ماں باپ کی بے قدری کریں۔ ماں باپ شفقتوں والا معاملہ کریں، اولاد خدمت کا معاملہ کرے۔ سب محبت پیار کے ساتھ رہیں لڑائی جھگڑے سے بچیں یہ فساد ہے اور و اللہ لایحب الفساد اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک بن کر اور ایک بن کر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بندہ اپنے اوصاف سمیت مخلوق ہے:

امام اعظم ابوحنیفہ ؒ نے مرض الوفات میں اپنے شاگردوں اور متعلقین کو جمع کر کے جو نصیحتیں کی تھیں اور اہل سنت کی جو نشانیاں بتا کران پر سختی سے کار بند رہنے کا حکم دیا تھا ان میں سے ساتویں علامت یہ ہے کہ اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے تمام اوصاف و کمالات اور فضائل ورزائل سمیت اللہ کی مخلوق ہے بندہ کی تمام صفات اور اعمال بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ ان تمام صفات اور اعمال بھی اللہ کے پیدا کردہ ہیں۔اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ ان تمام اعمال وافعال کو بجالانے والا انسان مخلوق اور حادث (Temporary) ہے تو یہ اعمال وافعال بطریق اولیٰ مخلوق ہوں گے۔

اللہ کا ارشاد گرامی ہے **اللہ خالق کل شیٔ**

اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والے ہیں۔

یہ مسئلہ علم الکلام (عقائد) سے متعلق ہے بعض گمراہ فرقوں کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے اعمال وافعال کا خالق ہے یہ گمراہ فرقے کہتے ہیں کہ انسان کو اچھے اعمال بجالانے پر ثواب ملتا ہے اور برے افعال کے ارتکاب پر عذاب ملتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بندہ ان اعمال وافعال کا خالق ہے وگرنہ ثواب وعذاب کا کیا معنیٰ؟

لیکن اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ ان تمام افعال واعمال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ اپنی مرضی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور آزمائش دیے گئے محدود اختیارات کے ساتھ ان اعمال وافعال کو بجالاتا ہے بندہ کو نیک اعمال پر انعام اور اجر وثواب اور برے افعال کے

ارتکاب پر عذاب وعقاب ملنا اس اختیار کسی وجہ سے ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وھدینٰہ النجدین

ہم نے انسان کو اچھی بری دونوں راہیں دکھادیں۔

اب یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ کس راہ پر چلتا ہے۔

فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر

تو جس کا جی چاہے ایمان لائے اور چاہے کفر کرتا پھرے اس کے بعد امام اعظم ؒ نے فرمایا

ولم یکن لھم طاقة لانھم ضعفاء عجزون ونقربان اللہ تعالیٰ خالق الخلق ورازقھم لقولہ تعالیٰ

اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم

بندوں کے پاس کوئی ذاتی طاقت نہیں کہ وہ خود کو یا اپنے اعمال کو پیدا کرسکیں۔ بندے تو نہایت کمزور اور عاجز ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کے خالق بھی میں اور رازق بھی اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ یہ ارشاد گرامی ہے:''اللہ وہ ذات ہے جو تمہیں پیدا کرتی ہے پھر تمہیں رزق دیتی ہے پھر وہی ذات تمہیں موت دے گی اور زندگی بخشے گی۔''

فطری سی بات ہے کہ ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اچھے یا برے اعمال وافعال کے بجالانے میں انسان کا کیا کردار ہے اس کا جواب دیتے ہوئے امام اعظم فرماتے ہیں کہ بندے کو اپنے کسب فعل کی وجہ سے جزا وسزا ملتی ہے۔

مرضی

جب کوئی کام تمہاری مرضی کے مطابق ہو جائے تو شکرادا کرو کہ اللہ نے تمہاری مرضی کو اتنی اہمیت دی ہے اور اگر تمہاری مرضی کے خلاف ہو تو اور بھی زیادہ شکرادا کرو اب وہ اللہ کی مرضی سے ہوگا جو ہماری مرضی سے بہتر اور بہت افضل ہے۔رب کی محبت گناہوں سے دور لے جاتی ہے اور گناہ سے محبت رب سے دور لے جاتی ہے سوچئے ہم کس سے دور ہو رہے ہیں؟؟؟

ایک روز مجلس میں ماحول کے حوالے سے بات ہو رہی تھی۔ ملک صاحب نے کہا کہ ہر اہل قلم یا مفکر غیر محسوس طریقے سے اپنے ماحول سے اثر ضرور قبول کرتا ہے اور اگر ایک نظر سے دیکھا جائے تو بقول کسے وہ اپنے عہد کی ذہنی آب و ہوا کی پیداوار ہوتا ہے اس کلیہ سے صرف پیغمبر کو یا مجتہد کو مستثنیٰ سمجھا گیا ہے۔ ہر شخص اپنی سوچ کے زندان میں بند ہے وہ عقائد، رسومات، توہمات، تعصّبات اور معاشرتی بندھنوں میں جکڑا ہوا ہوتا ہے جس کا اسے احساس بھی نہیں ہوتا اور وہ خود کو آزاد خیال ہی تصور کرتا ہے۔

جس انسان کو ان زنجیروں کا احساس ہو جائے سمجھ لو اس نے آزادیٔ فکر کی منزل کی طرف پہلا قدم رکھ لیا ہے۔ لیکن آزدیٔ فکر یا آزادیٔ اظہار کے ہر گز یہ معنی نہیں کہ جو جی میں آئے اسے بے دھڑک کہہ دیا جائے۔ دوسروں کی پگڑی اُچھالنا یا دوسروں کی خوامخواہ دل آزاری کرنا بہت بڑا معاشرتی اور اخلاقی جرم ہے۔

ہاں البتہ وہ فکر وہ اچھوتا خیال جس کے اظہار میں بنی نوع انسان یا کسی معاشرے کی مجموعی یا عمومی بھلائی اور بہبود ہو اس پر کوئی پابندی نہیں لگانی چاہیے بلکہ بنی نوع انسان کی ترقی کا راز بہت حد تک اسی آزادی اظہار پر مبنی ہے۔ اسلام بھی اس آزادی اظہار کا داعی ہے۔ فرمان حق ہے ان کے ذہنوں پر جو بندھن تھے وہ کھول دیے گئے۔ ایسا ماحول ہر روشن خیال انسان کے لیے سازگار ہوتا ہے اور ہر فتنہ پرور کے لیے ناگوار۔

انصاری صاحب نے کہا کہ ''ایک غیرت مند اور حساس انسان کے لیے ایک ناگوار اور ناسازگار ماحول سے سازگاری پیدا کرنا بڑا کٹھن کام ہوتا ہے۔'' میر صاحب نے کہا کہ'' انسان

کو چاہیے کہ وہ ناگوار ماحول سے بھی تھوڑی بہت سازگاری پیدا کر لے تاکہ زندگی اگر خوش گوار نہ ہوتو کم از کم گوارا ہی بن جائے۔ یہ ماحول سے سازگاری مقامی موسم کے حوالے سے بھی ہوسکتی ہے معاشرتی آداب ورسومات کے حوالے سے بھی، مزاج اور طبعیت کے تقاضوں کے حوالے سے بھی اوراخلاقی اقدار کے حوالے سے بھی۔

انصاری صاحب نے کہا کہ ہاں صرف اس حدتک سازگاری پیدا کرنی چاہیے جس حد تک ضمیر پر آنچ نہ آئے ضمیر کے زخمی ہونے کا خدشہ ہوتو اس کے خلاف علمِ بغاوت بلند کردے یا اس ماحول سے ہجرت کر جائے۔ کسی نے ماحول سے سازگاری کے حوالے سے کیا خوب بات کہی ہے کہ انسان نہ پہاڑ بنے کہ لوگ اس سے لاکھ سر ٹکرائیں وہ ٹس سے مس نہ ہو نہ تنکا بنے کہ جدھر سے ہوا آئی ادھر ہی اُڑ گئے بلکہ درخت بنے جڑیں زمین میں پیوست رکھے اور مضبوطی سے اپنی جگہ پر قائم رہے۔ ہاں! جس طرح کی ہوا ہو اس طرف تھوڑا بہت جھک جائے یوں توازن واعتدال کی راہ اپنائے نہ نکو بنے اور نہ ابن الوقت بلکہ ایک متوازن رویہ اختیار کرے۔

چوہدری صاحب نے کہا کہ شاہ جی اس مسئلہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ شاہ جی نے کہا: ''میاں! ہم کسی ماحول سے بھی سازگاری پیدا نہ کر سکے ہم نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہ عجیب بھی تھا اور عیب دار بھی۔ دو چیزیں اس ماحول میں نمایاں تھیں۔ دشمنانِ اسلام کا تعصب اور مسلمانوں کی بے حسی۔ دشمن متعصب بھی تھا، مکار بھی اور منظّم بھی۔ مسلمان بے حس بھی تھا، بے فکرا بھی اور منتشر بھی۔

عام مسلمان عام طور پر دن کو بٹیر بازی اور گپ شپ بازی کرتے تھے رات کو قوالی سنتے تھے۔ درمیانہ درجے کے لوگ دن کو نوکری اور رات کو شاعری کرتے تھے یا مشاعروں کی رونق بڑھاتے تھے۔ یہ قلندر اس ماحول سے سخت دلبرداشتہ تھا۔ پھر قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں پاکستان بن گیا لیکن......لیکن اب یہ قلندر بے مایہ، جس ماحول میں ہے وہ بھی کچھ عجیب سا ہے اور عیب دار بھی، گویا یہ حال ہے

کس کس کو خدا مانئے اس شہر میں تیرے
دیکھا کہ ترے شہر کا ہر شخص خدا تھا

اہل دین کا اصرار ہے کہ دین کے احکامات پر سختی سے عمل کرو۔ ورنہ دوزخ کی دہکتی آگ تمہارے لیے تیار ہے اور اہل حکومت کا حکم ہے کہ ملکی قانون پر پوری طرح عمل کرو۔ ورنہ جیل کی آہنی سلاخیں تمہاری منتظر ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ بیشتر اہل دین؛ مذہب کو دنیا کے حصول کا ذریعہ جانتے ہیں اور بیشتر اہل حکومت قانون کو اپنے گھر کی لونڈی سمجھتے ہیں۔ وہ دین سے دور ہیں یہ قانون سے مبرا ہیں۔ دونوں میرے ماحول کو ایسا بنا رہے ہیں کہ دین فروشی اور قانون شکنی مجبوری ہی نہیں بلکہ مشغلہ بنتی جا رہی ہے۔

اس ماحول میں خواص کا پیشہ سیاست ہے یہ لوگ دن کو سیاست کرتے ہیں رات کو سازش۔ حکمرانوں کو ہٹانا اور حکومتیں بنانا ان کے لیے سب سے اہم کام ہے بیچارے عوام کا کام لیڈران کرام کے جھوٹے وعدوں میں مگن رہنا، زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے لگانا، فلمی اور کھیل کے میدان کے ستاروں کو جان سے زیادہ چاہنا، آسمانی ستاروں کی گردش پر پکا ایمان رکھتے ہوئے ستارہ شناسوں کو اپنا کارساز سمجھنا، اس حقیقت سے بے خبر اور بے نیاز کہ باہمت لوگ ستاروں کے اشاروں پر چلنے کی بجائے ستاروں کو اپنے اشاروں پر چلاتے ہیں اور فلمی ستاروں کی کمند زلف میں اسیر ہونے کی بجائے آسمانی ستاروں پر کمندیں ڈالتے ہیں۔

اب رہے درمیانی طبقے کے لوگ تو وہ صرف سفید پوشی کا بھرم رکھنے کے لیے بہت کچھ کرتے ہیں، گھر میں بیوی کی صلواتیں خاموشی سے سنتے ہیں، دفتر میں افسر کی جھڑکیاں بڑے تحمل سے کھاتے ہیں، صبح کو ناشتے کی میز پر اخبار پڑھتے ہیں شام کو ڈرائینگ روم میں بیٹھ کر سیاست پر جگالی فرماتے ہیں، یہ قلندر اس ماحول سے بھی آزردہ ہے کہ آج بھی دشمنان اسلام مکار بھی ہیں، متعصب بھی اور متحد بھی...... اور مسلمان بے حس بھی ہے، بے فکرا بھی اور منتشر بھی۔

آج لوگوں کی نظر میں اچھا سیاسی لیڈر وہ ہے جو بہت پیسے والا ہو، بہت زیادہ دلکش

اور دلنشیں لفظوں کے سنہری خواب دکھاتا ہو اور خوشنما وعدے کرتا ہو۔ خواہ وہ بہت بڑے قبضہ گروپ کا سردار ہی کیوں نہ ہو جب کہ اس قلندر کی نظر میں اچھا سیاسی لیڈر وہ ہے جو صرف عدل پرست اور وطن دوست ہو۔ لوگوں کی نظر میں دیندار اور علامہ وہ ہے جو قیمتی عبا و قبا سے مزین ہو، مسجع مرصع، مقطع شخصیت کا مالک ہو کلاشنکوف بردار محافظوں سے مسلح ہو، خطابت کا ماہر ہو، زبان کا جادوگر ہو، ہاتھ میں تسبیح ہو، منہ میں اللہ اللہ ہو، خدا پرستی کا دعویدار ہو۔ خواہ وہ خود پرستی کا شکار ہو سب کی نظر میں وہی اہل حق ہے اہل اللہ ہے علامہ اور فہامہ ہے۔ جب کہ اس قلندر کی نظر میں دین دار اور اہل حق وہ ہے جو صرف حق پرست اور انسان دوست ہو۔ لوگ عقل کی خرابی کو بہت برا سمجھتے ہیں میں نیت کی خرابی کو عقل کی خرابی سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں، لوگوں کی نظر میں وہ ماحول سب سے اچھا ہے جس میں مسجدوں، نمازیوں اور حاجیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہو، چاہے چور اور ڈاکو دندناتے پھر رہے ہوں۔

میری نظر میں اچھا اور سچا ماحول وہ ہے جس میں مسجدوں، نمازیوں اور حاجیوں کے اضافہ کے ساتھ ساتھ مجرموں میں بھی کمی ہو رہی ہو بلکہ ان کا خاتمہ ہو رہا ہو۔ بھائیو! اس قلندر دلسوختہ و دلباختہ کی کسی ماحول سے نہ بنی یہ کسی ماحول سے سازگاری پیدا نہ کر سکا بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ یہ قلندر کسی ماحول سے ساز باز نہ کر سکا۔ مجھے اپنی نالائقی بلکہ اپنے جرم کا اعتراف ہے۔

ایک روز آپ ﷺ جنگل کو تشریف لے گئے ایک شکاری کو دیکھا کہ اس نے ایک ہرنی کا شکار کیا ہے ہرنی نے کہا اے نبی ﷺ اس سے فرمائیے کہ مجھے رہا کر دے تاکہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آؤں اور اگر میں واپس نہ آؤں تو اس شخص سے بھی بدتر ہوں جس کے پاس آپ ﷺ کا ذکر ہو اور آپ ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے پھر آپ ﷺ نے شکاری سے ہرنی کی ضمانت کر لی اس نے اسے چھوڑ دیا وہ اپنے بچوں کے پاس گئی ان سے ماجرا بیان کیا اس کے بچوں نے اس سے کہا کہ تیرا دودھ ہم پر حرام ہے جب تک کہ تو آپ ﷺ کی ضمانت کو نہ پورا کرے اس کے بعد وہ شکاری کے پاس واپس آئی یہ دیکھ کر شکاری نے اسے رہا کر دیا اور اسلام لے آیا۔

ظہیرالدین محمد بابر اور شیرم طغائی ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو عیدگاہ کی جانب اڑے چلے جارہے تھے بابر کا ذہن بھی محو پرواز تھا۔ چونکہ اس نے ابھی تک اپنے بچپن سے باہر قدم نہیں رکھا تھا اس لیے اس کے ذہن نارسا میں معاملہ سمجھی کا فقدان تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی بھی معاملے میں قدم پہلے اٹھالیتا تھا اور اس سے پیدا ہونے والے نتائج پر غور بعد میں کرتا تھا۔ آج بھی وہ اسی مخمصے کا شکار تھا اس وقت اس کے ذہن میں صرف ایک ہی سوال گردش کر رہا تھا۔

آخر سلاخ اسے عیدگاہ کی طرف کیوں لیے جارہا تھا؟

بابر کو سلاخ کی وفاداری پر کوئی شک نہ تھا اس نے اپنے سر کو جھٹکا اور دل ہی دل میں کہا جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

جب وہ محل سے نکلا تھا ایک شکاری باز اس کے ہاتھ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس قدر بدحواس ہو کر محل سے نکلا تھا کہ اسے اپنے شکاری باز کو محل کے اندر پہنچانے کا ہوش بھی نہیں رہا تھا اب جب کہ وہ اندرجان کے بازار سے گزر رہا تھا تو اسے باز کا خیال آیا اور اس نے باز کو محل کے ایک ملازم کے حوالے کیا اور اسے حکم دیا کہ اسے محل میں پہنچا دیا جائے۔

کچھ ہی وقت میں بابر اور اس کا ہمراہی شیرم طغائی عیدگاہ میں تھے بابر نے بالآخر شیرم طغائی سے پوچھ ہی ڈالا کہ

نا! تمہیں پورا یقین ہے کہ اس عیدگاہ میں محفوظ رہوں گا؟

شیرم طغائی نے اپنا گھوڑا بابر کے قریب لاتے ہوئے پورے اعتماد سے کہا: ''حضور والا! آپ متفکر نہ ہوں میں اس اعتماد کے ساتھ آپ کو یہاں لایا ہوں کہ آپ یہاں پوری طرح محفوظ ہیں سامنے

حدنگاہ تک جو پہاڑی سلسلہ پھیلا ہوا ہے یہ ہمارے لیے ایک بہترین پناہ گاہ ثابت ہوگا یہاں قیام پذیر ہونے سے ہمیں دہرا فائدہ ہوگا یعنی ایک تو ہم متوقع خطرے سے محفوظ رہیں گے اور دوسرے دارالسلطنت سے قریب تر ہونے کی وجہ سے ہم فرغانہ کے حالات سے باخبر بھی رہیں گے۔

شیرم طغائی کے اس برجستہ جواب نے بابر کو مطمئن کردیا مگر اس نے اپنی معلومات میں مزید اضافے کے لیے اس سے پوچھ ہی لیا کہ: آخر میرے اندرجان میں رہنے سے مجھے کیا خطرہ لاحق ہوسکتا تھا؟ کیا میں اپنے محل میں محفوظ نہیں تھا؟

شیرم طغائی نے نہایت ہی شستہ لہجے میں کہا: ''شہزادہ معظم! آپ شاید نہیں جانتے کہ جو لوگ خود حکومت فرغانہ کا وفادار کہتے ہیں دراصل یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے فائدے کے لیے آپ کو گرفتار کرکے خاقان اعظم یا آپ کے چچا سلطان احمد مرزا کے حوالے کرسکتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ تادیر فرغانہ کے تخت وتاج کا تحفظ نہ کرسکیں گے۔

یہ ابن الوقت لوگ کبھی ایک صاحب تخت کے وفادار نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے مفادات کے پیش نظر ہر اس شخص کے تلوے چاٹتے ہیں جو کہ سریر آرائے سلطنت ہوتا ہے۔

بنابریں میں پورے وثوق سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ ابن الوقت لوگ جس کسی کو بھی فرغانہ کے تخت وتاج پر قابض پائیں گے تو اس ہی کے دربار سے وابستہ ہوجائیں گے۔ اگر انہیں آپ کو اپنے مفادات پر قربان بھی کرنا پڑتا تو دریغ نہیں کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم حضور والا کو ان لوگوں کی دسترس سے تادیر محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ جب تک کہ آپ کے قدم مسند شاہی پر پوری طرح جمنے نہیں پاتے۔

بابر کو اس بات پر یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ لوگ جو ایک مدت سے اس کے والد محترم کی محبت اور وفاداری کا دم بھرتے چلے آرہے تھے وہ کس طرح اس سے بے وفائی کے مرتکب ہوسکتے تھے مگر اسے سلاخ اور شیرم طغائی کی وفاداری پر بھی کوئی شبہ نہیں تھا وہ جو کچھ بھی کررہے تھے اس کی بھلائی کے لیے ہی تو کررہے تھے ورنہ اس بات میں ان کے کون سی غرض پوشیدہ تھی۔ بابر نے کچھ

دیر سوچتے ہوئے شیرم طغائی سے کہا: کیا وہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ دراصل میں ہی فرغانہ کے تاج وتخت کا اصل وارث ہوں؟

شیرم طغائی نے جواب دیا: حضور والا شاید آپ کو اس بات کا ادراک نہیں ہے کہ سلطنت خداداد فرغانہ پر دو بڑی طاقتوں نے اپنے دندان آز تیز کر رکھے ہیں اندریں حالات کون بے قوف امیر ہوگا جو ایک بارہ سالہ لڑکے کے لیے اپنا مستقبل داؤ پر لگائے ہوئے دو مُکھی جنگ لڑے گا۔

ادھر اندر جان کے شاہی محل میں عمر شیخ مرزا کی موت کی خبر پہنچتے ہی ایک کہرام سا بپا تھا امرائے دربار قاضی شہر خواجہ قاضی کے گرد جمع تھے اور بظاہر غمزدہ دکھائی دے رہے تھے۔ خواجہ قاضی کی دوربین نگاہیں ایک ایک چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ وہ چہروں کے اتار چڑھاؤ سے حاضرین کے دلی جذبات کا اندازہ لگا رہا تھا۔

خواجہ قاضی کے بے چین نگاہیں بابر کی متلاشی تھیں مگر وہ انہیں دور دور تک کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کی تشویش میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہو رہا تھا وہ اپنے تئیں سوچ رہا تھا کہ: اگر یہ لڑکا بروقت یہاں نہ پہنچا تو پھر وہ اپنا تاج وتخت کھودے گا۔ اسے بہرصورت یہاں موجود ہونا چاہیے۔

خواجہ قاضی نے اسی خیال کے پیش نظر عمر شیخ مرزا کے چند معتبر اور قابل اعتماد امراء کو اشارتاً اپنے پاس بلایا اور ایک طرف لے جا کر رازدارانہ انداز میں ان سے کہا کہ: مجھے شہزادہ معظم کہیں دکھائی نہیں دے رہا اسے بہرصورت اس وقت یہاں موجود ہونا چاہیے تھا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ اپنا تاج وتخت کھودے گا۔ اسے تلاش کرو اور فی الفور یہاں آموجود کرو۔ وقت ہاتھوں سے ریت کی مانند پھسلا چلا جا رہا ہے۔ اگر آج اس کے سر پر تاج نہ سجایا جا سکا تو پھر ایسا کبھی بھی نہیں کیا جا سکے گا۔ وہ یقیناً اس وقت سلاخ کی ہمراہی میں ہوگا۔

حسن یعقوب بھی حسب عادت اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھا۔ وہ بابر کے علی الرغم عمر شیخ مرزا کے دوسرے بیٹے جہانگیر مرزا کو مسند شاہی پر بٹھانا چاہتا تھا۔ ایک عرصہ سے وہ جہانگیر

مرزا کو اپنے ڈھب پر لائے ہوئے تھا۔ دراصل وہ بھولے بھالے جہانگیر مرزا کو والی فرغانہ بنا کر اس کے پس پردہ بادشاہت کے مزے لوٹنا چاہتا تھا۔

عمر شیخ مرزا کے معتمد امراء کو بھی حسن یعقوب کی وفاداری پر شک سا ہونے لگا اس لیے خواجہ قاضی کا اشارہ پاتے ہی بابر کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ انہیں جلد ہی مخبروں کی زبانی یہ معلوم ہو گیا کہ شہزادہ معظم عیدگاہ کی طرف جاتا ہوا دیکھا گیا تھا جب کہ اس کے ہمراہ شیرم طغائی بھی تھا۔

وقت ضائع کئے بغیر وہ عیدگاہ پہنچے اور پھر بابر کے تعاقب میں جنوبی کوہستانی سلسلوں تک پہنچ گئے۔ تلاش بسیار کے بعد انہیں بابر سلاخ اور شیرم طغائی مل گئے انہوں نے بلا تامل خواجہ قاضی کا پیغام بابر تک پہنچایا اور اس سے واپس شاہی محل پہنچنے کی استدعا کی۔ بابر نے اپنے دونوں معتمد ساتھیوں سے مشورہ کیا۔

سلاخ اور شیرم طغائی پیغام سروں کی گفتگو سے یہ اندازہ لگا چکے تھے کہ شہزادہ معظم کا اندر جان پہنچا کسی قدر ضروری ٹھہر چکا تھا بنا بریں نے بلا کم وکاست بابر سے کہا کہ حضور والا! اندریں حالات ہمارا شاہی محل پہنچا از حد ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری تھوڑی سی تاخیر ہمارے لیے زندگی بھر کا پچھتاوا بن جائے۔

قصہ کوتاہ بابر سلاخ اور شیر طغائی اپنے معتمد اپیغامبروں سمیت آناً فاناً شاہی محل جا پہنچے خواجہ قاضی نے بابر کو اپنے سامنے موجود پایا تو خوشی سے اس کی باچھیں کھل گئیں وہ لوگ جن کے دلوں میں چور تھا ان کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ حسن یعقوب کا چہرہ بھی لٹک گیا۔

خواجہ قاضی نے بابر کو مخاطب کر کے کہا: شہزادہ حضور! آپ نے بڑی کم حوصلگی کا ثبوت دیا ہے آپ کو روپوش ہونے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟ نصیب دشمناں! اگر آپ کو آنے میں لمحہ بھر کی بھی تاخیر ہو جاتی تو پھر ہمارے لیے زندگی بھر کے پچھتاوے کے سوا کچھ باقی نہ رہ جاتا۔ دیر آید درست آید کے مصداق آیئے! مسند شاہی پر قدم رنجا فرمایئے!

خواجہ قاضی نے بابر کا ہاتھ تھاما اور اسے مسند شاہی تک لیے چلا ہر شخص صامت وجامد

اپنی اپنی نشست پر جم گیا۔ جونہی بابر تخت پر جلوہ افروز ہوا خواجہ قاضی نے آگے بڑھ کر تاج شاہی اس کے سر پر سجا دیا۔

کم ہمت اور کج فہم امراء اپنی اپنی ناتمام امیدوں کو سینوں میں دفنائے مستقبل کے بادشاہ کی خوشخبری حاصل کرنے کے لیے زور زور سے تالیاں بجا کر اپنی مصنوعی خوشی کا اظہار کرنے لگے دربار شاہی بے شمار تالیوں سے گونج اٹھا۔

حسن یعقوب کے خواب بھی چکنا چور ہو چکے تھے بایں ہمہ اس نے اپنی خفت مٹاتے ہوئے شہزادہ جہانگیر مرزا کے کانوں میں کانا پھوسی کی کہ شہزادہ معظم! فکر مند مت ہوئیے بابر کی متلون مزاجی مسلم ہے فراری ذہنیت کا حامل یہ شہزادہ مشکلات میں گھِر جانے کے بعد تادیر مسند شاہی پر ٹکنے والا نہیں ہے۔ بہت جلد وہ راہ فرار اختیار کرلے گا اور پھر تاج شاہی آپ کے سر پر ہوگا میری دوررس نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ وہ ساعت سعید زیادہ دور نہیں ہے میں آپ کے سر پر تاج شاہی سجاؤں گا۔ شہزادہ جہانگیر مرزا حسن یعقوب کی کھُسر پھُسر کے جواب میں صرف سر ہلا کر رہ گیا وہ خوب جانتا تھا کہ یہ حسن یعقوب کی خام خیالی تھی اور وہ اس وقت صرف اپنی خفت مٹا رہا تھا۔ کیونکہ بلی کے بھاگوں کبھی بھی یہ چھینکا ٹوٹنے والا نہیں تھا۔............جاری ہے

خوشبو مہک اٹھی

ہمارے بزرگ کثرت سے درود شریف پڑھا کرتے تھے الحمدللہ ہم بھی کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا کریں۔ ایک صالح شخص کا بیان ہے میں نے آپ ﷺ پر درود پڑھنے کی ایک تعداد معین اپنے ذمہ کرلی تھی کسی شب کو میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا اپنے اس منہ کو کھول جس سے تو مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرتا ہے کہ میں اسے چوم لوں۔ میں آپ ﷺ سے شرما کر ذرا اپنا چہرا گھما لیا آپ ﷺ نے میرے رخسار پر بوسہ دیا میں بیدار ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرا گھر مشک کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔ (نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۱۷)

علم الحیوانات کے پروفیسروں سے پوچھا سلوتریوں سے دریافت کیا۔ خودسر کھپاتے رہے۔ لیکن کبھی سمجھ میں نہ آیا۔ آخر کتوں کا فائدہ کیا ہے؟ گائے کو لیجئے دودھ دیتی ہے۔ بکری کو لیجئے دودھ دیتی ہے اور مینگنیاں بھی۔ یہ کتے کیا کرتے ہیں؟ کہنے لگے کہ کتا وفادار جانور ہے۔ اب جناب وفاداری اگر اسی کا نام ہے کہ شام کے سات بجے سے جو بھونکنا شروع کیا۔ تو لگا تار بغیر دم لیے صبح کے چھ بجے تک بھونکتے چلے گئے۔ تو ہم لنڈورے ہی بھلے۔

کل ہی کی بات ہے کہ رات کے کوئی گیارہ بجے ایک کتے کی طبیعت جو ذرا گدگدائی تو انہوں نے باہر سڑک پر آکر طرح کا ایک مصرعہ دے دیا۔ ایک آدھ منٹ کے بعد سامنے کے بنگلے میں سے ایک کتے نے مطلع عرض کر دیا۔ اب جناب ایک کہنہ مشق استاد کو جو غصہ آیا۔ ایک حلوائی کے چولہے میں سے باہر لپکے اور بھنا کے پوری غزل مقطع تک کہہ گئے۔ اس پر شمال مشرق کی طرف سے ایک قدر شناس کتے نے زوروں کی داد دی۔ اب تو حضرت وہ مشاعرہ گرم ہوا کہ کچھ نہ پوچھئے۔ کم بخت بعض تو دوغزلے سہ غزلے لکھ لائے تھے۔ کئی ایک نے فی البدیہہ قصیدے کے قصیدے پڑھ ڈالے۔ وہ ہنگامہ گرم ہوا کہ ٹھنڈا ہونے میں نہ آتا تھا۔

ہم نے کھڑکی میں سے ہزاروں دفعہ آرڈر، آرڈر پکارا۔ لیکن ایسے موقعوں پر پردھان کی بھی کوئی نہیں سنتا۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ میاں تمہیں ایسا ہی ضروری مشاعرہ کرنا تھا تو دریا کے کنارے کھلی ہوا میں جا کر طبع آزمائی کرتے، یہ گھروں کے درمیان آکر سوتوں کو ستانا کون سی شرافت ہے؟

اور پھر ہم دیسی لوگوں کے کتے بھی کچھ عجیب بدتمیز واقع ہوئے ہیں۔ اکثر تو ان میں

ایسے قوم پرست ہیں کہ پتلون کوٹ کو دیکھ کر بھونکنے لگ جاتے ہیں۔ خیر یہ تو ایک حد تک قابل تعریف بھی ہے۔ اس کا ذکر ہی جانے دیجئے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات یعنی ہمیں بارہا ڈالیاں دے کر صاحب لوگوں کے بنگلوں پر جانے کا اتفاق ہوا۔ خدا کی قسم ان کتوں میں وہ شائستگی دیکھی ہے کہ عش عش کرتے لوٹ آئے ہیں۔ جونہی ہم بنگلے کے دروازے میں داخل ہوئے کتے نے برآمدے ہی میں کھڑے کھڑے ایک ہلکہ سی ''بخ'' کر دی اور پھر منہ بند کر کے کھڑا ہو گیا ہم آگے بڑھے تو اس نے بھی چار قدم آگے بڑھ کر ایک نازک آواز میں پھر ''بخ'' کر دی۔ چوکیداری کی چوکیداری؛ موسیقی کی موسیقی۔

ہمارے کتے ہیں کہ نہ راگ نہ سر۔ نہ سر نہ پیر۔ تان پہ تان لگائے جاتے ہیں۔ بے تالے کہیں کے۔ نہ موقع دیکھتے ہیں نہ وقت پہچانتے ہیں۔ گلے بازی کئے جاتے ہیں۔ گھمنڈ اس بات پر ہے کہ تان سین اسی ملک میں تو پیدا ہوا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارے تعلقات کتوں سے ذرا کشیدہ ہی رہے ہیں۔ لیکن ہم سے قسم لے لیجئے جو ایسے موقعوں پر ہم نے کبھی ستیہ گرہ سے منہ موڑا ہو۔ شاید آپ اس کو تعلّی سمجھیں۔ لیکن خدا شاہد ہے کہ آج تک کبھی کسی کتے پر ہاتھ اٹھ ہی نہ سکا۔ اکثر دوستوں نے صلاح دی کہ رات کے وقت لاٹھی چھڑی ضرور ہاتھ میں رکھنی چاہیے کہ دافع بلیات ہے۔

لیکن ہم کسی سے خواہ مخواہ عداوت پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ کتے کے بھونکتے ہی ہماری طبعی شرافت ہم پر اس درجہ غلبہ پا جاتی ہے کہ آپ ہمیں اگر اس وقت دیکھیں تو یقیناً یہی سمجھیں گے کہ ہم بزدل ہیں۔ شاید آپ اس وقت یہ بھی اندازہ لگا لیں کہ ہمارا گلا خشک ہوا جاتا ہے یہ البتہ ٹھیک ہے ایسے موقع پر کبھی میں گانے کی کوشش کروں تو کھرج کی سروں کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔ اگر آپ نے بھی ہم جیسی طبیعت پائی ہو تو آپ دیکھیں گے کہ ایسے موقع پر آیۃ الکرسی آپ کے ذہن سے اتر جائے گی اس کی جگہ آپ شاید دعائے قنوت پڑھنے لگ جائیں۔

بعض اوقات ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ رات کے دو بجے چھڑی گھماتے آ رہے ہیں اور

کسی نہ کسی گیت کی طرز ذہن میں بٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چونکہ گیت کے الفاظ یاد نہیں اور نومشقی کا عالم بھی رہے۔ اس لیے سیٹی پر اکتفا کی ہے کہ بے سرے بھی ہو گئے تو کوئی یہی سمجھے گا انگریزی موسیقی ہے۔ اتنے میں ایک موڑ سے جو مڑے تو سامنے ایک بکری بندھی تھی۔ ذرا تصور ملاحظہ ہو۔ آنکھوں نے اسے بھی کتا دیکھا۔ ایک تو کتا اور پھر بکری کی جسامت کا۔ گویا بہت ہی کتا بس ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ چھڑی کی گردش دھیمی ہوتے ہوتے ایک نہایت ہی نامعقول زاویے پر ہوا میں کہیں ٹھہر گئی۔ سیٹی کی موسیقی بھی تھرتھرا کر خاموش ہوگئی۔ لیکن کیا مجال جو ہماری تھوتھنی کی مخروطی شکل میں ذرا بھی فرق آیا ہو۔ گویا ایک بے آواز لے ابھی تک نکل رہی ہے۔ طب کا مسئلہ ہے کہ ایسے موقعوں پر اگر سردی کے موسم میں بھی پسینہ آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بعد میں پھر سوکھ جاتا ہے۔

چونکہ ہم طبعاً ذرا محتاط ہیں اس لیے آج تک کتے کے کاٹنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ یعنی کسی کتے نے آج تک ہم کو کبھی نہیں کاٹا۔ اگر ایسا سانحہ کبھی پیش آیا ہوتا تو اس سرگزشت کی بجائے آج ہمارا مرثیہ چھپ رہا ہوتا۔ تاریخی مصرعہ دعائیہ ہوتا ہے کہ اس کتے کی مٹی سے بھی کتا گھاس پیدا ہو۔ لیکن

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے سگ رہ بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

جب تک اس دنیا میں کتے موجود ہیں اور بھونکنے پر مصر ہیں، سمجھ لیجئے کہ ہم قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں اور پھر ان کتوں کے بھونکنے کے اصول بھی تو کچھ نرالے ہیں۔ یعنی ایک تو متعدی مرض ہے اور پھر بچوں بوڑھوں سبھی کو لاحق ہے اگر کوئی بھاری بھرکم کتا کبھی کبھی اپنے رعب اور دبدبے کو قائم رکھنے کیلئے بھونک لے۔ تو ہم بھی چار و ناچار کہہ دیں کہ بھئی بھونک (اگرچہ ایسے وقت میں اس کو زنجیر سے بندھا ہونا چاہیے) لیکن یہ کم بخت دو روزہ سہ روزہ دو دو تین تین تولے کے پلے بھی بھونکنے سے باز نہیں آتے۔ باریک آواز ذرا سا پھیپھڑا اس پر بھی اتنا زور لگا کر بھونکتے

ہیں کہ آواز کی لرزش دم تک پہنچتی ہے اور پھر بھونکتے ہیں چلتی موٹر کے سامنے آکر۔ گویا اسے روک ہی تو لیں گے۔ اب اگر یہ خاکسار موٹر چلا رہا ہو تو قطعاً ہاتھ کام کرنے سے انکار کر دیں۔ لیکن ہر کوئی یوں ان کی جان بخشی تھوڑا ہی کر دے گا۔

کتوں کے بھونکنے پر مجھے سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ ان کی آواز سوچنے کے تمام قویٰ کو معطل کر دیتی ہے خصوصاً جب کسی دکان کے تختے کے نیچے سے ان کا ایک پورا خفیہ جتھہ باہر سڑک پر آکر اپنا کام شروع کر دے تو آپ ہی کہیے ہوش ٹھکانے رہ سکتے ہیں؟ ہر ایک کی طرف باری باری متوجہ ہونا پڑتا ہے کچھ ان کا شور کچھ ہماری صدائے احتجاج (زیر لب) بے ڈھنگی حرکات وسکنات (حرکات ان کی سکنات ہماری) اس ہنگامے میں دماغ بھلا خاک کام کر سکتا ہے؟ اگرچہ یہ مجھے نہیں معلوم کہ اگر ایسے موقع پر دماغ کام کرے بھی تو کیا تیر مار لے گا؟

بہر صورت کتوں کی یہ پرلے درجے کی ناانصافی میرے نزدیک ہمیشہ قابل نفرین رہی ہے اگر ان کا ایک نمائندہ شرافت کے ساتھ ہم سے آکر کہہ دے کہ عالی جناب! سڑک بند ہے تو خدا کی قسم ہم بغیر چون وچرا کئے واپس لوٹ جائیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہم نے کتوں کی درخواست پر کئی راتیں سڑکیں ناپنے میں گزار دی ہیں۔ لیکن پوری مجلس کا یوں متفقہ ومتحدہ طور پر سینہ زوری کرنا ایک کمینہ حرکت ہے۔

خدا نے ہر قوم میں نیک افراد بھی پیدا کئے ہیں۔ کتے اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں۔ آپ نے خدا ترس کتا بھی ضرور دیکھا ہوگا۔ عموماً اس کے جسم پر تپسیا کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں جب چلتا ہے تو اس مسکینی اور عجز سے کہ گویا بارِ گناہ کا احساس آنکھ نہیں اُٹھانے دیتا۔ دم اکثر پیٹ کے ساتھ لگی رہتی ہے۔ سڑک کے بیچوں بیچ غور وفکر کے لیے لیٹ جاتا ہے اور آنکھیں بند کر لیتا ہے شکل بالکل فلاسفروں کی سی اور شجرہ دیوجانس کلبی سے ملتا ہے۔

کسی گاڑی والے نے متواتر بگل بجایا گاڑی کے مختلف حصوں کو کھٹکھٹایا۔ لوگوں سے

کہلوایا خود دس بارہ دفعہ آوازیں دیں۔ تو آپ نے سر کو وہیں زمین پر رکھے سرخ مخمور آنکھوں کو کھولا۔ صورت حالات کو ایک نظر دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ کسی نے ایک چابک لگا دیا تو آپ نہایت اطمینان کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر ایک گز پرے جا لیٹے اور خیالات کے سلسلے کو جہاں سے وہ ٹوٹ گیا تھا۔ وہیں سے پھر شروع کر دیا۔ کسی بائیسکل والے نے گھنٹی بجائی تو لیٹے لیٹے ہی سمجھ گئے کہ بائیسکل ہے ایسی چھچھوری چیزوں کے لیے وہ رستہ چھوڑ دینا فقیری کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔

رات کے وقت یہ یکتا اپنی خشک پتلی سی دم کوتا بحد امکان سڑک پر پھیلا کر رکھتا ہے اس سے محض خدا کے برگزیدہ بندوں کی آزمائش مقصود ہوتی ہے۔ جہاں آپ نے غلطی سے اس پر پاؤں رکھ دیا۔ انہوں نے غیض وغضب کے لہجہ میں آپ سے پرسش شروع کر دی۔ بچہ فقیروں کو چھیڑتا ہے، نظر نہیں آتا۔ ہم سادھو لوگ یہاں بیٹھے ہیں۔ بس اس فقیر کی بددعا سے اسی وقت رعشہ شروع ہو جاتا ہے۔ بعد میں کئی راتوں تک یہی خواب نظر آتے رہتے ہیں۔ کہ بے شمار کتے ٹانگوں سے لپٹے ہوئے ہیں اور جانے نہیں دیتے۔ آنکھ کھلتی ہے تو پاؤں چارپائی کی ادوان میں پھنسے ہوتے ہیں۔

اگر خدا مجھے کچھ عرصے کے لیے اعلیٰ قسم کے بھونکنے اور کاٹنے کی طاقت عطا فرماتے تو جنون انتقام میرے پاس کافی مقدار میں ہے۔ رفتہ رفتہ سب کتے علاج کے لیے کسولی پہنچ جائیں۔ ایک شعر ہے۔

عرفی تو میندیش زغوغائے رقیباں
آواز سگاں کم نہ کند رزق گدارا

یہی وہ خلاف فطرت شاعری ہے جو ایشیا کے لیے باعث ننگ ہے انگریزی میں ایک مثل ہے کہ بھونکتے ہوئے کتے کاٹا نہیں کرتے۔ یہ بجا سہی لیکن کون جانتا ہے کہ ایک بھونکتا ہوا کتا کب بھونکنا بند کر دے اور کاٹنا شروع کر دے۔

میں نے ابھی گھر میں قدم ہی رکھا تھا کہ امی کی آواز ''کہاں تھے بیٹا؟'' میرے کانوں میں گونجی میں نے ادھرادھر دیکھا اور زور زور سے چلانا شروع کر دیا اب یہ میرا روز کا معمول بن چکا تھا اس وقت میں میٹرک میں تھا جب میرے ابو ایک حادثہ میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ چونکہ میں ایک ہی بھائی تھا اس لیے ماں نے مجھے بہت پیار دیا میری ہر خواہش پوری کی، میری ہر بات مانی میں اس کے باوجود ماں کی کوئی بات نہ مانتا کبھی یاد نہیں کہ ماں سے میں نے سیدھی بات کی ہو وہ مجھے برے دوستوں کے ساتھ بیٹھنے سے روکتی تھی میں ان ہی کے ساتھ بیٹھتا۔غرض میں نے کبھی اس کی کوئی بات نہیں مانی اتنا سب کچھ کرنے کے باوجود بھی وہ مجھے سمجھاتی، مجھے میٹھی نصیحت کرتی جو اس وقت مجھے سخت کڑوی لگتی، میں وہ کچھ کرنے لگا جس سے میری ماں روکتی تھی اب مجھ روکنے والی نصیحت کرنے والی اور پیار کرنے والی چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ بہت دور جہاں سے اب وہ کبھی واپس نہیں آسکتی۔اب میں رات دیر سے آؤ تو میرے کان کہاں تھے بیٹا کی آواز سننے کے لیے بے تاب رہتے ہیں لیکن...........!

بہت تلاش کرنے کے باوجود بھی مجھے اپنی ماں نہیں مل پاتی میں اپنے آپ کو پیٹتا ہوں اس وقت کو کوستا ہوں جب میری ماں مجھے سمجھاتی ہے اور میں توجہ ہی نہ دیتا تھا اس وقت مجھے ماں کی باتیں کڑوی لگتی تھی اب ماں تو چلی گئی ہے اس کے بغیر گھر ویران ہے کمروں میں سناٹا ہے پورے گھر کی عجیب سی کیفیت ہے دہلیز پر قدم رکھتا ہوں تو قدم لرزتے ہیں ماں کی آواز کانوں میں گونجتی ہے میرا جینا اب محال ہو گیا ہے کوئی سہارا بھی نہیں ہے زندگی تباہ ہو چکی ہے ماں تجھے بہت یاد کرتا ہوں۔اے ماں! ایک بار پھر لوٹ آ! تیری ہر بات مانوں گا تیری ہر نصیحت پر عمل کروں گا۔کاش! میری ماں آجائے۔اے کاش! میری ماں آجائے اس کے قدموں میں پڑوں اس سے معافی مانگوں اس کی عزت کروں اسے دنیا کی ساری خوشیاں دوں اے کاش! میری ماں واپس آجائے۔

ایک دفعہ امید...... نے اپنی سہیلی کامیابی...... سے ملنا چاہا جو ایک پہاڑ پر رہتی تھی پہاڑ کا نام محنت...... تھا راستے میں ایک قلعہ آتا تھا جس کا نام شک...... تھا اس میں مایوسی...... نامی ایک جادوگرنی رہتی تھی۔ مایوسی ...... نے امید...... کو اس طرف سے گزرتے دیکھ لیا اور اپنے پہرے دار کی مدد سے جس کا نام وہم ...... تھا امید کو گرفتار کر کے شک ...... قلعہ کی ایک سرنگ میں بند کر دیا یہاں امید کو پریشانی...... اور خودکشی ...... ملنے آئیں لیکن اچانک امید کا بھائی حوصلہ...... بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے امید کو ان دونوں سے بات کرتے روک دیا۔

امید...... نے حوصلے...... سے کہا بھائی! میں اس قید سے کیسے نکلوں؟ حوصلہ...... نے جواب دیا بہن! گھبراؤ نہیں یہ لو میرے پاس ایک چابی...... جو مجھے میرے دوست ارادے...... نے دی تھی اس سے اس قلعہ کا دروازہ کھل سکتا ہے چنانچہ جب چابی گھمائی گئی تو دروازہ کھل گیا۔

امید اور حوصلہ دونوں بہن بھائی باہر نکل آئے ان دونوں کو باہر نکلتے دیکھ کر وہم...... اور مایوسی...... دونوں ڈر کر بھاگ گئے اور امید...... اپنے بھائی حوصلہ...... کے ساتھ پھر پہاڑ کی طرف چل پڑی راستے پھر انہیں مصیبتوں...... کی پہاڑیاں ملیں جن پر وہ ہمت...... کی مدد سے چل پڑے تھوڑی دیر بعد اس پہاڑی پر چڑھ گئے جہاں کامیابی ...... رہتی تھی دونوں سہیلیاں بہت خوش ہو کر ایک دوسرے کے گلے ملیں۔

امید...... نے راستے کی مشکلوں کا ذکر کامیابی سے کیا تو کامیابی بولی بہن! جب کبھی میرے پاس آنا ہو تو اپنے بھائی حوصلے...... کو ضرور ساتھ لانا اکیلی کبھی نہ آنا۔ مسکراہٹ...... جو پاس ہی کھڑی تھی مسکرانے لگی۔

کوئز مقابلہ

(۱)......قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کا نام کتنی سورتوں میں آیا ہے؟

(۲)......حضرت یعقوب اور حضرت ایوب علیہما السلام کا آپس میں کیا رشتہ تھا؟

(۳)......وہ کون سی ام المؤمنین ہیں جن کا اصل نام برہ تھا؟

(۴)......آنحضرت ﷺ کی رضاعی بہن ''شیماء'' کا اصل نام کیا تھا؟

(۵)......آبنائے باسفورس کن کن سمندروں کو آپس میں ملاتی ہے؟

(۶)......ترکی زبان کس رسم الخط میں لکھی جاتی ہے؟

(۷)......دنیا کا کل سمندری رقبہ کتنا ہے؟

(۸)......محمد حسین آزاد نے اپنے ذہنی توازن کھوئے جانے کے دوران کون سی کتابیں لکھیں؟

(۹)......انسانی جسم کی سب سے کمزور ہڈی کون سی ہے؟

(۱۰)......پاکستان میں دینی مدارس کی سب سے بڑی تنظیم کا مکمل نام بتائیں؟

سابقہ سولات کے جواب:

(۱) مولانا طاہر قاسمی سورۃ فتح کی پہلی چار آیات (۲) پانچ (چاروں قل اور سورۃ جن (۳) انڈونیشیا (۴) ابوجہل، اخنس بن شریق، (اور حضرت ابوسفیان ♦ قبول اسلام سے پہلے) (۵) عویمر بن عامر انصاری ♦ (۶) فرقت کاکوری (۷) افقی لیکن ٹانگوں پر عمودی (۸) مشہور افسانوی داستان الف لیلہ کے مطابق شہریار بادشاہ تھا اور شہرزاد اس کی بیوی (۹) سات (۱۰) مظاہر العلوم

ہماری اس ماہ کی ونر ہیں ام کلثوم، جہلم انہوں نے دس میں سے نو کے جوابات صحیح دیے ہیں ادارہ ان کو حسب وعدہ خوبصورت انعامی کتب کا بنڈل بھیج رہا ہے

آلو کی فیرنی

اشیاء:

دودھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک کلو

آلو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آدھا کلو

چینی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حسب ضرورت

چھوٹی الائچی۔۔۔۔۔۔۔۔چھ عدد

بادام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حسب ذائقہ

پستہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حسب ذائقہ

ترکیب:

آلوؤں کو دھو کر ابال لیں اور چھیل لیں۔ پھر دودھ ابال لیں۔ جوش آنے پر آلو شامل کر لیں اور چمچہ ہلاتی رہیں۔ آلو اور دودھ ایک جان ہو جائیں تو چینی اور الائچی شامل کر دیں۔

اس کے بعد میوہ جات ڈال کر چمچ ہلاتی رہیں۔ جب گاڑھا ہو جائے تو اتار لیں اور ٹھنڈا کر کے پیش کریں اور............ چاہیں تو ساری فیرنی خود ہی کھا جائیں۔

انتہائی سادہ لیکن بہت مزیدار ڈش ہے۔ آزمائش شرط ہے!!!

ماں اور بچہ بس میں سوار ہوئے۔ ماں نے اپنا ٹکٹ تو لے لیا۔ کنڈیکٹر نے بچے کی طرف غور سے دیکھا اور بولا: ''بچے کا ٹکٹ بھی لیجئے محترمہ''۔ ''مگر اس کی عمر تو تین سال ہے۔'' عورت نے کہا: ''لیکن مجھے تو یہ پانچ سال کا نظر آرہا ہے۔'' ماں کو بڑا طیش آیا، بولی: ''بچہ میرا ہے، تم خوامخواہ ماں بننے کی کوشش نہ کرو۔'' (خالد زبیر، کراچی)

☆☆☆

دو بچے فرنیچر اٹھانے میں اپنے باپ کی مدد کر رہے تھے۔ یکا یک باپ نے دیکھا کہ ایک بچہ کپڑوں کی الماری اٹھاتے ہوئے پسینے سے شرابور ہو رہا ہے۔

اس نے پوچھا: ''میں نے تو کہا تھا کہ الماری اٹھانے میں اپنے بھائی سے مدد لینا''

بچہ بولا۔ ''مدد تو وہ کر رہا ہے۔ وہ الماری کے اندر ہینگر سنبھالے کھڑا ہے۔'' (رابعہ تنویر، تونسہ)

☆☆☆

مادے کی تین قسمیں ہیں ٹھوس، مائع اور گیس۔ ٹھوس کا مطلب ہے ٹھوس، جیسے ٹھوس دلائل، ٹھوس اقدامات، ٹھوس نتائج وغیرہ۔

ٹھوس دلائل ایسے دعوؤں کیلئے لائے جاتے ہیں جو خود کمزور ہوں، سب سے ٹھوس دلیل اب تک لاٹھی ہی ثابت ہوئی ہے، بھینسوں کیلئے بھی، انسانوں کیلئے بھی۔

ٹھوس اقدامات اتنے ٹھوس ہوتے ہیں کہ کبھی نہیں کئے جاتے ہیں، بس حکومتیں ان کے ٹھوس وعدے کرتی ہیں، ٹھوس نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسی حکومتیں بہت دن نہیں رہتیں۔

ٹھوس اشیا اپنی شکل نہیں بدلتیں، ہاں دوسروں کی بدل دیتی ہیں، پتھر جیسا ٹھوس ہے ویسا

ہی رہتا ہے، لیکن آدمی کے لگے تو وہ کیسا ہی ٹھوس ہواس میں سے مائع اور گیس وغیرہ نکلنے لگتے ہیں، مائع جیسے آنسو، گیس جیسے آہیں گالیاں وغیرہ۔ (طلحہ + خرم + عمر + اویس، شیر شاہ، ملتان)

☆☆☆

ڈاکٹر ایک خاتون کے کوائف لکھ رہا تھا پوچھا......تو آپ کو چلتے میں تکلیف ہوتی ہے اور سانس بھی جلد پھول جاتا ہے آپ کی عمر کیا ہے؟

خاتون نے فورا کہا 25 سال

ڈاکٹر نے لکھا: حافظہ بھی کمزور ہے (حمیرا انور، لاہور)

☆☆☆

ایک شریر بچہ ایک شخص کے پیچھے پڑ گیا اور بولا آپ جاپانی ہو۔

آدمی: نہیں۔ بچہ نے پھر کہا ''آپ جاپانی ہو'' آدمی: ''نہیں میں جاپانی نہیں ہوں۔''

بچہ (شریر لہجے میں): آپ جاپانی ہو

وہ شخص تنگ آ کر بولا: ہاں ہاں میں جاپانی ہوں، تو پھر......؟؟

بچہ فوارا بولا: مگر شکل سے لگتے تو نہیں ہو

(حمیرا انور، لاہور)

☆☆☆

باپ بیٹے سے آج سکول میں کیسے رہے؟ بیٹا: سب سے اونچے باپ: وہ کیسے۔

بیٹا: تمام دن بنچ پر کھڑا رہا۔

(فیاض الرحمٰن گنجیال)

☆☆☆

عثمان کو مصوری کا بہت شوق تھا مگر آتا جاتا کچھ بھی نہیں تھا ایک دن اپنے دوست جعفر کی تصویر بنائی تصویر مکمل کرنے کے بعد عثمان تصویر سے مخاطب ہوا: یار جعفر تم کتنے بدل گئے ہو (فیاض الرحمٰن گنجیال)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

برادم مکرم متکلم اسلام وکیل مسلک اہلسنت حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلکم العالی بعد سلام عرض ہے کہ تقریباً ایک ماہ قبل بندہ بعد نماز عشاء آپ کا مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام پر نارووال والا بیان سن رہا تھا۔ جب مکمل بیان سن کر سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ بندہ مسجد نبوی (علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام) میں موجود ہے اور انتہائی عاجزی کے ساتھ مجھ پر گریہ طاری ہے۔ جب میں نے نبی اقدس ﷺ کی ذات بابرکات پر درود وسلام کا تحفہ بھیجا پھر شیخین کریمین اول الخلفا امام الخلفا یار غار ومزار سیدنا صدیق اکبر ◆ اور امام العادلین فاروق اعظم ◆ پر سلام پیش کیا پھر نبی ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیا تو اس وقت نبی اقدس قبر مبارک میں کھڑے ہوئے اور مجھے سلام کا جواب عنایت فرمایا اور پھر مجھے فرمایا کہ دوسری جانب سے حجرہ مبارکہ میں آؤ بندہ اس جانب جا رہا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ بندہ اس کو مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام کی حقانیت کی دلیل اور اتحاد اہل السنّت اور جرنیل احناف مولانا گھمن مدظلھم کی کرامت واخلاص پر محمول کرتا ہے۔ **فللہ الحمد علی ذلک**

جمال الدین مشوانی، پشاور

بہت ہی مبارک خواب ہے اور حقیقت یہی ہے کہ جب اہل دنیا اور اہل باطل ذہنی اذیتیں دینے پر تل جائیں تو اللہ تعالی اپنے پیارے اور محبوب بندوں کی تسلی کے لیے ایسے مبشرات اور رویائے صالحہ دکھلا دیتے ہیں۔ اللہ تعالی حضرت مدیر صاحب کے اخلاص میں مزید ترقی عطا فرمائے اور مسلک اھل السنہ کے پرچار کی عافیت کے ساتھ خدمت کی توفیق بخشے۔ اور حضرت کے طفیل ہم سب کو بھی اپنے دین کی قدردانی، اشاعت اور حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم مدیر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

رسالہ ماشاء اللہ بہت خوب جا رہا ہے مگر ہر چیز ارسال کرتے وقت کوپن لف کرنا سمجھ میں نہیں آتا؟ اس سے لوگوں کو دِقت ہوتی ہے جن گھروں میں ایک ہی شمارہ آتا ہے اور افراد زیادہ ہوں اور سب ہی لکھنا بھی چاہتے ہوں ان کے لیے بہت مشکل ہے اگر یہ کوپن لف کرنا ختم کر دیا جائے تو بھیجنے والوں کو آسانی ہوگی۔ کوئز مقابلے کے علاوہ اگر کوپن والا کام ختم کر دیا جائے تو آپ کے مشکور ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیں اور ہر عام وخاص کے لیے نفع مند بنائیں اور رسالے کے منتظمین کو بہت جزائے خیر عطاء فرمائیں۔ آمین حمیرا انور

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے۔ آپ نے جو تجویز دی ہے۔ ادارہ اس پر غور کر رہا ہے اصل میں خطوط اس قدر ہوتے ہیں کہ ہمیں سلیکشن میں کافی وقت لگ جاتا ہے اور چونکہ ملے جلے مضامین ہوتے ہیں اس لیے کوپن سسٹم شروع کیا گیا نئے سال سے اس کو ختم کر دیا جائے گا۔ آپ نے اپنے مضمون میں اپنے استاد محترم کا حوالہ دیا ہے کہ وہ مرزا قادیانی کے بارے میں شعر پڑھا کرتے ہیں۔ مناسب تھا کہ آپ استاد محترم کا نام بھی تحریر کر دیتی تا کہ باقی قارئین اور قاریات کو بھی معلوم ہو جاتا۔

مسافران آخرت

ماہنامہ بنات اہلسنت کے معاون مدیر مولانا محمد کلیم اللہ صاحب کی نانی جان جو کہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ورثاء کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ مرحومہ کے لیے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کرتے رہیں